یا اللہ مدد | حیات النبی زندہ باد | شان سلف زندہ باد | اسلامی کلمہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہ زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہ زندہ باد | حق چار یار





مجلّہ صفدر

اکابرین دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

95 جنوری 2019ء — ربیع الثانی/جمادی الأولیٰ ۱۴۴۰ھ

بیاد: محدث عرب وعجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ

بفیضان: مظہر شریعت وطریقت قاطع بدعات وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نوراللہ مرقدہ

گویا اب دینی علم کی طرف بلانے کے لیے آپ کو انگریزی کے حوالے دیئے جارہے ہیں۔ جو علامت ہے اِس بات کی کہ علم دین کی بےقدری دِل میں آ گئی۔ اور اِن چیزوں کی قدر بڑھتی جارہی ہے...... اِس نعمت کی بے قدری نہیں کرنی چاہیے۔ تہیہ کرلو کہ جس طرح ہمارے اکابر نے چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن کریم پڑھایا۔ ایسا ہی ہم کریں گے ...... میں ہر جگہ یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے صرف اتنا بتادو کہ جن کو تم کمپیوٹر سکھا دو گے، انگریزی سکھا دو گے، وہ کیا چٹائی پر بیٹھ کر قرآن پڑھائے گا؟...... یہ بات ہے جو میرے دِل کو ستاتی ہے۔ اور میں بہت دُکھ محسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ کیا ہوگیا! انگریز ہمارے مدارس کو اُجاڑ نہ سکے، لیکن ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے مدارس کو اجاڑتے جارہے ہیں۔

ہمارے اکابر کی فراست! جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو ناکارہ بنادیا، بظاہر نقصان کیا، مگر حقیقت میں فراست تھی۔ چنانچہ مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب فراغت ہوئی اور باہر نکلے تو ہمیں تعجب ہوا کہ: کیسا نصاب ہے، اِس پر تو چپڑاسی اور نوکر ہی لگ سکتے ہیں۔ مگر بعد میں عملاً تجربہ ہوا کہ: اِس میں بڑی فراست تھی۔ [ہم اپنے ہاتھوں سے مدارس اُجاڑ رہے ہیں: ۲۳]

مظہریہ دار المطالعہ جہان سورہ
0312-4612774 0334-4612774
khadim.khan4@yahoo.com

ترتیب

انتخاب: مولانا احسان الحق چاریاری، نواب شاہ

ذکر جہری کو مقصود سمجھنا بدعت ہے......مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ذکر جہری جائز ہے افضل نہیں...... یہ اصول ہمیشہ کا ہے ابدی ہے......اور قیام قیامت تک کبھی نہیں ٹوٹ سکتا کہ افضل ذکر ذکر خفی ہے...... ذکر جتنا آہستہ کیا جائے اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا البتہ ذکر جہری جائز ہے ناجائز نہیں۔......لہٰذا ذکر جہری ذکر خفی سے افضل نہیں ہوسکتا......البتہ علاج کے طور پر ذکر جہری کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں...... لیکن اگر کوئی شخص ذکر جہری کو افضل سمجھنے لگے......یا کوئی شخص ذکر جہری کو مقصود سمجھ لے......یا ذکر جہری کو مسنون سمجھ لے یا ذکر جہری نہ کرنے والے پر نکیر کرنے لگے......تو پھر یہی چیز بدعت بن جاتی ہے۔......اسی کا نام بدعت ہے......اسی راستے میں اسی افراط اور تفریط سے بچ کر گزرنا ہے......اس لیے ہمارے آخری دور کے بزرگ ذکر جہری کی زیادہ ہمت افزائی نہیں کرتے بلکہ ذکر خفی کی تلقین فرماتے ہیں۔ [اصلاحی مجالس......از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ: ۶۲/۳، ۶۳]

پیام صفدر ادارہ

جامع مسجد برکت علی اچھرہ لاہور کا سالانہ جلسہ

’’جامع مسجد برکت علی، اچھرہ، لاہور‘‘ کا نام قارئین صفدر کے لیے شاید اجنبی ہو، مگر قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اور اُن کے جاری کردہ رسالے ماہنامہ ’’حق چاریار‘‘ کے متعلقین کے لیے محتاج تعارف نہیں۔ شہر لاہور میں اِس مسجد کو حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کی خصوصی توجہات حاصل رہیں۔ مردِ درویش، عالم باعمل حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کی شب و روز محنتیں اور کوششیں اس پر مستزاد، جن کے اثرات آج بھی واضح دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے بعد جانشین قائد اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو دامت برکاتہم کا بھی گویا لاہور میں یہی مرکز ہے۔ اِس لیے اِس مسجد کو حضرت شیخ کی توجہات بھی حاصل ہیں۔ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ بھی لاہور تشریف آوری پر یہیں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ کے ترجمان ماہنامہ ’’حق چاریار‘‘ کا دفتر اور رسالے کے روح رواں محترم ماسٹر منظور حسین صاحب کا مسکن بھی یہی ہے۔

گذشتہ ماہ مؤرخہ ۱۳/دسمبر بروز جمعرات کو بعد نمازِ عشاء برکت علی مسجد کا سالانہ جلسہ ’’رحمۃ للعالمین کانفرنس‘‘ کے عنوان سے منعقد ہوا۔ جس میں شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم، خطیب ہزارہ مولانا محمود الحسن شاہ مدظلہم اور فاضل نوجوان مولانا عبدالجبار سلفی مدظلہ کے بیانات ہوئے...... جناب قاری سید انوار الحسن شاہ، محترم قاری عبدالرشید، جناب قاری عطاء الرحمٰن اور محترم قاری ذکی اللہ کیفی نے خوبصورت تلاوتوں سے شرکاء کا ایمان گرمایا...... اور مولانا شاہد عمران عارفی، مولانا رانا محمد عثمان اور مولانا حافظ محمد قاسم گجر نے نعت و نظم سے حاضرین کا ایمان تازہ کیا۔ جلسہ بعد عشاء شروع ہوا اور رات ۱۲:۴۵/ کے لگ بھگ اختتامی دعا ہوئی۔

......جلسہ میں موبائل یا کسی بھی ذریعہ سے تصویر اور ویڈیو بنانے سے سختی سے منع گیا۔ الحمدللہ

......بعض احباب دور دراز کا سفر کر کے تشریف لائے۔ جن میں ساہنی آزاد کشمیر، ایبٹ آباد، ملتان، حضرو اور اوکاڑہ وغیرہ کے علماء حضرات شامل ہیں۔

......مجمع خوب اور بھرپور تھا۔ اور یہ کہ اکثر حاضرینِ مجلس اختتامی دعا تک جم کر بیٹھے رہے۔

......مولانا حافظ محمد قاسم گجر نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

......حضرت شیخ سومرو دامت برکاتہم نے حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے طریقہ کے مطابق جلسہ کے بیانات ونعتیں وغیرہ خود سماعت فرمائیں اور آخر میں اصلاح طلب اُمور کی طرف متوجہ بھی فرمایا۔

بعد عشاء جناب قاری ذکی اللہ کیفی صاحب اور قاری عطاء الرحمٰن کی خوبصورت تلاوتیں ہوئیں۔

پھر مولانا قاسم گجر نے نعتیہ کلام پیش فرمایا۔

مولانا عبدالجبار سلفی کا بیان:

۸:۳۰ کے لگ بھگ مولانا عبدالجبار سلفی کا بیان شروع ہوا جو تقریباً سوا نو تک جاری رہا۔ پچاس منٹ کے اِس بیان میں سلفی صاحب نے کہا کہ:

''جب ربیع الاول کا چاند طلوع ہوتا ہے، اس وقت بھی اور اس کے علاوہ سال بھر میں ہماری تقریبات میں دو عنوانات بکثرت بیان ہوتے ہیں۔ نمبر۱: نبی کی ولادت۔ نمبر۲: نبی کی وفات۔ ایک طبقہ نبی کی ولادت کو بیان کرتا ہے۔ کرنا بھی چاہیے۔ ولادتِ نبی کا تذکرہ عین ایمان عین عبادت ہے۔ دوسرا طبقہ نبی کی ولادت کا تذکرہ نہیں کرتا بلکہ صرف وفات کا ذکر کرتا ہے۔ نبی نے پردہ فرمایا تو یہ ہوگیا۔ نبی رخصت ہوئے تو یہ ہوگیا۔ ایک طبقہ ولادت سے آگے نہیں جاتا، دوسرا طبقہ وفات سے پیچھے نہیں آتا۔ آج کا ہمارا پروگرام اِس بات کی دعوت دے گا کہ: وفات بیان کرنے والے تھوڑا سا پیچھے آئیں۔ صرف ولادت کا تذکرہ کرنے والے تھوڑا سا آگے بڑھیں، اور درمیان کی، نبوت کی زندگی ہے، اُسے بھی بیان کریں۔ مشہور بزرگ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کا ایک شعر سنیئے!

حضورِ محمد سے گھر گھر اُجالا ظہورِ محمد سے گھر گھر اُجالا
خدا نے کہا ہے سراجاً منیرا ہے نورِ محمد سے گھر گھر اُجالا

ایک رباعی میں بہت سے جھگڑے نمٹ گئے۔ کیا کبھی کسی عالم کو آپ نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ''حاضر صلی اللہ علیہ وسلم''؟ چاہے وہ عالم دیوبندی ہو یا غیر دیوبندی؟ (نہیں!) کیا کہتے ہیں؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سب ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم'' کہتے ہیں، ''حاضر صلی اللہ علیہ وسلم'' کوئی بھی نہیں کہتا۔ کیونکہ جو انسان چل کر جائے وہ حاضر ہوتا ہے۔ اور جس کے پاس دنیا چل کر آئے وہ حضور ہوتا ہے۔ ''حضورِ محمد سے گھر گھر اُجالا!.....ہے نورِ محمد سے گھر گھر اُجالا۔'' نبی کے نور کا کوئی اِنکار کرسکتا ہے؟ (نہیں!)

ایک اور جھگڑا نمٹاتے جائیں! آپ سنتے رہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں: ''درود پڑھ لو''۔ سب کہتے ہیں: درود پڑھ لو۔ درود کا کوئی بھی منکر نہیں۔ درود فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اصل لفظ ہے: صلوۃ وسلام۔ اس کا

معنی ہے: تحفہ۔ اور تحفہ زندوں کو دیا جاتا ہے۔ مردوں کو نہیں۔ درود کے لفظ نے فیصلہ کر دیا کہ آقا زندہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مَن صَلّی عَلَیَّ عِندَ قَبرِی سَمِعتُہ وَ مَن صَلّی عَلَیَّ نَائِیًا اُبلِغتُہ. جو میری وفات کے بعد میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں خود نبوت کے کانوں سے سن لوں گا اور نبوت کی زبان سے جواب دوں گا۔ اور جو دور سے پڑھے گا، وہ فرشتوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔

جھگڑا علماء نہیں کرتے۔ شر پسندو! جھگڑے تم کراتے ہو۔ حضرت علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ہزاروں بٹیرے جنگل میں پھرتے ہیں، وہ نہیں لڑتے، جس بٹیرے کی تمہارے ساتھ یاری لگ جاتی ہے، وہ لڑاکا بن جاتا ہے۔ مولویوں کو تم لڑاتے ہو، ورنہ ہم نہیں لڑتے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ: ولادت کا موضوع سب کو پسند ہے، وفات کا موضوع سب کو پسند ہے، لیکن درمیان والی زندگی پر کوئی بات نہیں کرتا، کیوں؟ درمیان میں جہاد کرنا پڑتا ہے، نماز پڑھنی پڑتی ہے، سود سے بچنا پڑتا ہے، بدنگاہی سے بچنا پڑتا ہے۔

انااعطیناك الکوثر ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'قیامت کے دن اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلاؤں گا۔' حوض کوثر کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا، برف سے ٹھنڈا، دودھ سے زیادہ سفید ہوگا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ روایت لائے ہیں کہ: 'جس نے ایک مرتبہ حوض کوثر کا پانی پی لیا، وہ دوبارہ جنت میں پانی نہیں پیئے گا۔' اسے پیاس نہیں لگے گی۔ حضور نے حوض کوثر کی خاصیت بیان فرمائی، ایک صحابی نے سوال کر لیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کے دن ہم حوض کوثر کو کہاں تلاش کریں؟ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ: صحابہ کے لب کھلتے ہیں، نبی کا سینہ کھلتا ہے۔ صحابہ پوچھتے ہیں، حضور جواب دیتے ہیں، جو شریعت بن جاتی ہے اور میرے اور آپ کے کام آتی ہے۔ پتہ چلا پکا اہل سنت وہی ہے جو نبی کے ساتھ ساتھ صحابہ پر بھی ایمان رکھے۔

علماء سے پوچھیے! سنت کسے کہتے ہیں؟ صحابی پر اعتماد کر کے نبی کے حکم پر عمل کرنا۔ یہ سنت ہے۔ اور اگر صحابہ نے عمل نہیں کیا تو وہ سنت نہیں، نبی کی خصوصیت ہے۔ سنت وہی ہے جس پر نبی عمل کرے اور نبی کو دیکھ کر صحابہ بھی عمل کریں۔ صحابہ عمل نہ کریں تو وہ حدیث تو ہو سکتی ہے، سنت نہیں۔

یہاں ایک اور بات عرض کر دوں، آپ علماء سے سنتے رہتے ہوں گے، فلاں حدیث ضعیف، فلاں حدیث موضوع، فلاں حدیث معتبر، فلاں حدیث غیر معتبر۔ لیکن کیا کبھی آپ نے کسی بھی عالم سے یہ سنا کہ: فلاں سنت ضعیف، فلاں سنت موضوع؟ (نہیں!) نہیں سنا۔ اِس لیے کہ حدیث کبھی کمزور بھی ہوتی ہے، لیکن سنت سدا معتبر ہوتی ہے۔ اِس لیے اہل السنۃ والجماعۃ سدا معتبر ہیں۔

صحابی نے حوض کوثر کے بارے میں سوال کیا تھا، کہ کہاں تلاش کریں، حضور نے فرمایا: منبری علی حوضی. حوض کوثر میرے منبر کے نیچے ہوگا۔ اَب سنیے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے الفاظ، فرماتے ہیں: کوئی شہید کربلا ہے، کوئی شہید اُحد ہے۔ اللہ کی دھرتی پر ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو شہید حوض کوثر ہیں۔

سورۃ الکوثر کی تین آیات ہیں، مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پہلی آیت ہے انعامِ مصطفیٰ، دوسری آیت ہے پیغامِ مصطفیٰ، اور تیسری آیت ہے انجامِ دشمنانِ مصطفیٰ۔ انااعطینك الکوثر، انعامِ مصطفیٰ نبی کو ان شاء اللہ ملے گا، صحابہ کے ہاتھوں اُمت میں تقسیم ہوگا۔ اگلی آیت ہے پیغامِ مصطفیٰ، اور ابتدا میں میں نے یہی عرض کیا تھا کہ صرف ولادت بیان کرنے والے تھوڑا آگے بڑھیں، صرف وفات بیان کرنے والے تھوڑا سے پیچھے آئیں، اور درمیان والی نبوت کی زندگی کو یعنی پیغام مصطفیٰ کو عام کریں۔

سارا مجمع وعدہ کرے کہ اپنی پوری زندگی میں پیغام مصطفیٰ کو لائیں گے۔ جتنے کام کرنے کا حکم فرمایا، وہ سب بجالائیں گے، جن سے منع فرمایا اُن کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔ اور ایک اور وعدہ بھی کرتے جائیں کہ اپنی اولاد کے نام صحابہ کے نام پر رکھیں گے۔ بچوں کے نام صحابہ کے نام پر، بچیوں کے نام ازواج اور صحابیات کے نام پر۔

اِس مسجد کا نام کیا ہے؟ (جامع مسجد برکت علی) لوگ کہتے ہیں کہ: علی کو نہیں مانتے۔ ہم تو علیؓ کی برکت کو بھی مانتے ہیں۔ علی کی شان کو بھی مانتے ہیں۔ علی کی منقبت کو بھی مانتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ

ہمارے مرشد قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ سے امامیہ فرقہ کے ایک شخص نے پوچھا کہ: کیا بات ہے، آپ اہل بیت کو نہیں مانتے؟ قاضی صاحبؒ نے فرمایا: میرا نام جانتے ہو؟ کہنے لگا جی! پوچھا کیا نام ہے میرا؟ کہنے لگا: مظہر حسین۔ قاضی صاحب نے فرمایا: میرے نام میں ہی اہل بیت کی محبت جھلک رہی ہے۔ لہٰذا ہم بھی اپنی اولاد کے نام صحابہ اور اہل بیت کے نام پر رکھیں۔

مولانا عبدالجبار سلفی کے بیان کے بعد قاری عبدالرشید صاحب نے تلاوت فرمائی۔ اور مولانا رانا محمد عثمان نے کلام پیش فرمایا۔

خطیب ہزارہ مولانا محمود الحسن شاہ مدظلہ کا بیان:

تقریباً ۱۰/ بجے مہمان خصوصی خطیب ہزارہ حضرت مولانا محمود الحسن شاہ صاحب کا بیان شروع ہوا جو گھنٹہ بھر جاری رہا۔ فرمایا:

وعدہ فرمائیں کہ قرآن وسنت کی جو بات سمجھ آئے گی اس پر ضرور عمل پیرا ہوں گے۔ آج کا المیہ یہ

ہے کہ جس سے بھی دین کی بات کرو، وہ کہتا ہے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ نجات کے لیے محض جاننا کافی نہیں۔ جاننے سے نجات ہوتی تو شیطان کی ہوجاتی۔ سوالاکھ کم وبیش انبیاء کی شریعتوں کی کلیات تو کلیات، وہ بدبخت جزئیات بھی جانتا ہے۔ ہم جانتے تو ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ مانتے کتنا ہیں؟ نماز کی فرضیت، سود کی حرمت اور غیبت کا زنا سے بدتر ہونا سب جانتے ہیں۔ ایک مثال: سڑک پر لگے اشارے کی سرخ بتی جلنے کے باوجود گزر جانے والے کو پولیس والا روک لے تو کیا اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ: میں 'جانتا' ہوں کہ سرخ بتی پر رکنا چاہیے؟ (نہیں!) کل قبر میں ہم سے سوال ہوگا تو کیا اتنا کہہ دینے سے جان چھوٹ جائے گی کہ ہمیں 'پتہ' ہے نماز فرض ہے، کسی کی زمین دبانا حرام ہے؟ (نہیں!)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پانی کم تلاش کر، پہلے پیاس پیدا کر۔ آج ہمارے پاس دین کی معلومات تو بہت ہیں۔ لیکن دین (پر عمل) کی پیاس نہیں ہے۔

آج کی کانفرنس کا عنوان ہے: رحمۃ للعالمین کانفرنس۔ میں ایک موازنہ پیش کرتا ہوں۔ جب انسانیت تباہی کے دہانے پر کھڑی تھی، آخری سسکیاں لے رہی تھی، دنیا کا کوئی گناہ ایسا نہیں تھا جو اُن میں موجود نہ ہو۔ آج کے معاشرے کو دیکھ لیجیے، جسے لوگ مہذب کہتے ہیں اور میں ''معذب'' کہہ دیا کرتا ہوں۔ وہ سارے جرائم آج بھی موجود ہیں۔ بے لباس ہونے کو اُس وقت بھی تہذیب سمجھا جاتا تھا، آج بھی ایسا ہے۔ اُس وقت بھی بہن، بیٹیوں پر ظلم ہوتا تھا، آج بھی لڑکیوں کا میراث کا حصہ دبا لیا جاتا ہے۔ سود دَر سود کا نظام تب بھی تھا، اَب بھی ہے۔ بات بے بات لڑائیاں اور قتل و غارت گری تب بھی تھیں، اَب بھی ہیں۔ بے حیائی، فحاشی اور بدکاری اور اِس پر فخر اور اعلان اُس وقت بھی تھا، آج بھی ہے۔ اُن حالات میں اللہ کا فضل، دعائے خلیل، نوید مسیحا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے، لتخرج الناس من الظلمت الی النور، لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لانے آئے۔ آج ہمیں اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب کی مثالیں دی جاتی ہیں، ہمیں تو اللہ نے ایسا محبوب دیا ہے کہ ہمارے لیے نہ کسی کی تعلیم دیکھنی جائز، نہ کسی کا اخلاق دیکھنا جائز، نہ کسی کی معاشرت دیکھنی جائز۔ آج مسلمان اپنی قیمت بھول گیا، کافر سے قیمت لگوا رہا ہے۔ خدارا مسلمانو! سوچو تو سہی، اللہ نے ہمیں نبی کون سا دیا ہے!

اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ کو کیسے سدھارا تھا، کیا چیز تھی جس سے اُس وقت کا معاشرہ سدھر گیا، آج بھی معاشرہ اُسی سے سدھرے گا۔ باحیا نبی نے معاشرے کو حیا کا سبق دیا۔ آج حیا کا درس دینے والوں پر پابندیاں ہیں۔ حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''ہم، لوگوں کو فحاشی وعریانی سے منع کرتے ہیں تو لوگ انگلیاں اُٹھاتے ہیں، اور جو لوگ فحش وعریاں ہیں، اُن کو کوئی نہیں روکتا۔''

ہمیں حالات کی سنگینی کا احساس ہی نہیں، اِس لیے ہنس رہے ہیں۔ خدارا مسلمانو! ہوش میں آؤ! اپنے آپ سے انقلاب کا آغاز کرو۔ ہم باحیا نبی کے پیروکار ہیں۔ جس کو مشرکین مکہ طعنے دیتے تھے: یبول کما تبول المرأة عورتوں کی طرح چھپ چھپ کر قضائے حاجت کے لیے جاتا ہے۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس وقت بھی مشرکین کی عورتیں مردوں سے چھپ کر جایا کرتی تھیں۔ آج ہم اپنے معاشرے کو دیکھ لیں تو سب کچھ سمجھ آجائے گا۔ ہم نے اپنے نبی کی تعلیمات کو چھوڑ دیا، حالانکہ ہمارے نبی کی بات کو جانوروں نے بھی رد نہیں کیا۔

آج کل بعض لوگوں سے آپ سنا ہوگا کہ: جی! علماء کی بات میں اثر نہیں رہا۔ نہ کیا کرو یہ بات! ورنہ بات بڑی دور تک جائے گی۔ انبیاء سے بڑھ کر کس کی زبان میں تاثیر ہوسکتی ہے، مگر قیامت کے دن بعض انبیاء ایسے ہوں گے جن کے ساتھ ایک بھی امتی نہیں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ بات صرف کہنے والے کی زبان کی نہیں! سننے والے کو اپنا دِل بھی صحیح کرنا ضروری ہے۔ پکے فرش پر گندم یا مکئی کے دانے ڈال دوں، مسلسل پانی بھی لگاؤں، کیا سال چھ ماہ بعد فصل آجائے گی؟ (نہیں!) نہ بیج کا قصور، نہ پانی کا، نہ میرا، زمین ٹھیک نہیں۔ جس کے دل کی زمین ٹھیک ہوگی، قرآن سے نصیحت وہ پکڑے گا۔ ابوجہل کی زمین ٹھیک نہ تھی نہ مانا، مگر اس کے ہاتھ میں پتھر بول پڑے۔ مسجد نبوی میں لکڑی کا ستون، کھجور کا تنا رو پڑا۔

آج کل ایک بات اور بھی کہتے ہیں کہ: دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے، مولوی ابھی تک یہاں بیٹھا ہے۔ میں علماء طلبہ سے عرض کرتا ہوں جو آپ سے ایسا کہے، اس سے یہ سوال ضرور کریں کہ: آپ کتنی مرتبہ چاند پر تشریف لے گئے؟ جب وہ کہے گا کہ میں تو نہیں گیا۔ تو اللہ کے بندو! جاؤ نا، مولوی نے کب منع کیا ہے، اور جو کام خود نہیں کیا اُس کا طعنہ مجھے دیتے ہو؟ اور تم چاند پر جانے کی بات کرتے ہو، آؤ اُس ہستی کے دامن سے جڑ جاؤ جسے چاند پر جانے کی ضرورت نہیں، زمین سے اشارہ کرے تو چاند دو ٹکڑے ہو جائے، ڈوبتے سورج کو اشارہ کرے، سورج واپس آجائے۔ انگریز کو اپنا امام اور خدا ماننے والو! میں سائنس کا اِنکار نہیں کرتا، لیکن سائنس کو خدا بھی نہیں مانتا۔ سائنس مشاہدے کے بغیر کوئی بات نہیں مانتی، حالانکہ مشاہدہ کا مرتبہ سب سے کم ہے، مشاہدہ سے اوپر عقل ہے، عقل سے اوپر وحی الٰہی ہے۔ مگر آج کام اُلٹ ہوگیا۔ سب سے نیچے کی (کم درجہ) چیز سائنس کو ہم نے سر پر اُٹھالیا، اور سب سے اوپر کی چیز وحی کو چھوڑ دیا۔ اللہ میرے آپ کے حال پر رحم کرے۔

ذرا غور کیجیے! کیا آپ نے ایسا پانی دیکھا ہے جس کی دو آنکھیں ہوں، دو کان ہوں؟ (نہیں) دیکھا ہے، مگر غور نہیں کیا۔ مِن اىِّ شیء خلقه، من نطفة ۔ اللہ نے ہمیں کس چیز سے پیدا کیا، ناپاک پانی

کے قطرے سے۔اس قطرے میں آنکھیں، کان، تمام اعضاء ہیں۔

(ایک صاحب ویڈیو بنانے لگے تو فرمایا:) ویڈیو نہ بنانا بھائی۔ اللہ جزائے خیر دے۔ اِن چیزوں نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اللہ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، سمیع و بصیر ہے، آج یہ دو چیزیں مستحضر ہوجائیں تو حالات سدھر جائیں۔أن تعبدالله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك .عبادت ایسی کرو کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو، ورنہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اتنا یقین بھی نہ ہو تو مسلمانی کس چیز کا نام ہے؟ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ان چیزوں کی۔

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے ہمیں حقیر قطرۂ آب سے پیدا کیا۔اس قطرے میں آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں، تمام اعضاء موجود ہیں۔ دنیا بھر کے سائنس دانوں سے کہو کہ ذرا اِس قطرے سے مجھے ہاتھ نکال کر دکھادو، پاؤں نکال کر دکھادو۔ ہم نے منفی سوال ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں سے کیے، کبھی سائنس دانوں سے بھی سوال کرو۔ اسلام پر تو بڑے اعتراضات ہیں۔اور یاد رکھیے! کسی کے اعتراض کا جواب مجھے نہ آئے تو اس میں قصور اِسلام کا نہیں، میرا ہوتا ہے۔ ہمارا دین کامل ہے۔اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي. ہمیں کسی اور کے دروازے پر جانے کی ضرورت نہیں۔

طلبہ سے عرض کرتا ہوں اگر کوئی اسلام پر اعتراض کرے کہ اسلام میں فلاں نقص ہے، تو اس سے پوچھیے کہ آپ ظاہری بدنی لحاظ سے کامل ہیں؟ وہ کہے گا جی! تو پھر پوچھیں کس نے تمہیں پیدا کیا؟ کہے گا اللہ نے، تو خدا کے بندے جس خدا نے تمہاری ذات کو کامل پیدا کیا ہے کیا اُس نے اپنے آفاقی دین اسلام کو ناقص بنایا ہوگا؟ عقل کی دوا کھاؤ!۔اور یہ بتاؤ کہ کیا اسلام مولویوں کا ہے؟ نبی صرف مولویوں کا ہے؟ قرآن صرف مولویوں کے لیے نازل ہوا ہے؟ تمہارے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے؟

آج ۹۵ رفیصد اُمت مسجد سے باہر ہے، خدارا اُسے مسجد میں لاؤ۔ اختلافی مسائل میں مت اُلجھاؤ! نمازی بناؤ۔ اور یاد رکھو! نماز توبہ سے معاف نہیں ہوتی۔ قضا کرنی پڑے گی۔ جتنی نمازیں رہ گئیں، آج سے ہی ان کی قضا شروع کردیں۔ آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز قضا کرلی جائے۔ تین اوقات مکروہہ طلوع، غروب، استواء کے علاوہ ہر وقت قضا نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ نیت کیسے کریں گے؟ میرے ذمہ جو فجر کی قضا نمازیں ہیں، اُن میں سے پہلی نماز، پھر پہلی، پھر پہلی یہاں تک ختم ہوجائیں گی۔ روزانہ کی چھ نمازوں کی قضا۔ پانچ فرض اور ایک وتر بھی۔

آج فیس بک آگیا۔فیس بکی لوگ آگئے۔ اللہ کی پناہ۔ فیس (چہرے) پر محنت نہ کرو ہارٹ (دِل) پر محنت کرو۔ فیس کو اللہ نہیں دیکھتا۔إن الله لاينظر إلىٰ صوركم و أموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم. اگر اللہ فیس (چہرے) کو دیکھتا تو ابولہب جنت میں ہوتا۔ فیس فیس نہ کرو۔ دِل پر محنت کرو!

زمین میں بیج ڈالا جائے تو کچھ عرصے بعد فصل نظر آنے لگتی ہے۔ ہمارے دلوں میں ایمان بسے زمانے گزر گئے، لیکن ابھی تک چہرے پر نظر نہیں آیا۔ بدن پر نظر نہیں آیا۔ اب نظر آنا چاہیے۔ مسلمان ہو اور نماز چھوڑ دے؟ میری عقل یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے۔ بھول سکتا ہے، نیند میں نماز چھوٹ سکتی ہے، بے خیالی میں چھوٹ سکتی ہے، مَن نَامَ أو نَسِيَ، فَلیُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا. لیکن جان بوجھ کر نماز چھوڑنا مسلمان کی شان نہیں ہے۔ مَن نَامَ فرمایا، مَن تَرَكَ نہیں فرمایا۔

دوسری چیز گانا، باجا، طبلہ، سرنگی بند۔ گانے سے آدمی منافق ہو جاتا ہے۔ الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع. لمبی چوڑی بات نہیں میں مختصر بات کہتا ہوں، نوجوانو! تم نے گانا سننے کا مزہ لیا ہے، ذرا گانا چھوڑنے کا مزہ لے کر دیکھو۔ دو ہفتے عمل کرو، مزہ نہ آئے تو مجھے کہنا۔

اسلام آباد کے ایک بڑے جلسہ میں مَیں نے عرض کیا، جہاں بڑے بڑے سیاسی لوگ بھی تھے، ملکی حالات کی وجہ سے سب پریشان تھے، ہونا بھی چاہیے، بڑی قربانیوں کے بعد یہ ملک ہمیں ملا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: ایک ماہ کے لیے ملک سے ہر قسم کا گانا باجا بند کر دو، اور سودی کاروبار بند کر دو۔ صرف ایک مہینے کے لیے، اگر ملک کے حالات میں بہتری نہ آئے مجھے اسلام آباد کے ڈی چوک میں پھانسی دے دینا۔ کرو تو سہی۔ آج تو مسجد بھی گانے سے محفوظ نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا میری امت میں چار بڑے فتنے آئیں گے، و آخرها الغناء. آخری اور سب سے بڑا فتنہ گانے باجے کا ہو گا۔ آج امت میں دیکھ لیں۔ اُن سے میں نے ایک ماہ کا کہا تھا، آپ سے دو ہفتے کا کہتا ہوں۔ ہر قسم کا گانا باجا چھوڑ دو، بدنگاہی چھوڑ دو۔ عورت کو نہ بازار میں دیکھو، نہ فیس بک پر دیکھو، نہ ٹی وی پر دیکھو، نہ ڈائجسٹ میں دیکھو۔ غیر محرم سے نگاہ بچالو۔ دو ہفتے کے لیے۔ کانوں کو ہر اُس چیز سے بچالو جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔ دو ہفتے کے بعد کانوں میں گانے کی آواز آئے اور دِل میلا نہ ہو تو مجھے کہنا کہ ہماری مسجد میں بیٹھ کر جھوٹ بول کر گیا تھا۔ کر کے تو دیکھو۔

اگلی بات: سودی کاروبار چھوڑ دو۔ سود اللہ و رسول سے جنگ ہے۔ مرنا ویسے بھی ہے، سود کھا کر بھی مرنا ہے، تو سود کھا کر کالے منہ کے ساتھ کیوں جائیں؟ سفید چہرے کے ساتھ اللہ کے پاس کیوں نہ جائیں! اور یہ چیزیں ایمانی جراءت سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر انسان یہ نہیں سوچتا کہ بھوکا مر جاؤں گا۔ ایک حدیث یاد آئی، ''یہ امت بھوک کی وجہ سے نہیں مرے گی۔'' جو بھوک سے ڈرائے وہ اِس امت کا خیر خواہ نہیں ہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تم پر فقر و فاقہ کا ڈر نہیں ہے، دنیا کھل جانے کا ڈر ہے۔'' آج تو ہمیں الٹ سبق پڑھایا جا رہا ہے۔ اللہ ہمارے حالات پر رحم کرے۔

اگلی بات: والدین کی نافرمانی نہ کرو۔ جو ہو چکی معافی مانگ لو۔ اگر والدین فوت ہو چکے تو ان کے بہن بھائیوں یا تعلق داروں سے اچھا سلوک کرو۔ اللہ جرم معاف کر دے گا۔ ہر فرض نماز کے بعد والدین کے

لیے مغفرت کی دعا کیا کرو، اللہ جرم معاف کردے گا۔

اب نقد بات: ایک بات تو بتاؤ! حضور سے زیادہ کوئی حسین تھا؟ (نہیں!) اَب ہے یا آئندہ ہوگا؟ (نہیں!) اب یہ بتاؤ کہ حضور کی داڑھی تھی یا نہیں؟ (تھی)۔ معلوم ہوا کہ داڑھی حُسن کی علامت ہے۔ اور داڑھی کا نہ ہونا عیب ہے۔ اَب اِس مجمع میں کون ہے جو کھڑا ہو کر یہ عہد کرے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھے گا؟

لاہور میں آیا ہوں، حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب کے چند اشعار سنا کر اجازت چاہتا ہوں۔

الٰہی محبوبِ کل جہاں کو دل و جگر کا سلام پہنچے نفَس نفَس کا درود پہنچے، نظر نظر کا سلام پہنچے
بساطِ عالم کی وسعتوں سے، جہانِ بالا کی رفعتوں سے مَلَک مَلَک کا درود اُترے، بشر بشر کا سلام پہنچے
حضور کی شام شام مہکے، حضور کی رات رات جاگے ملائکہ کے حَسیں جلو میں سحر سحر کا سلام پہنچے
مرا قلم بھی ہے اُن کا صدقہ، مرے ہنر پر ہے اُن کا سایہ حضورِ خواجہ مرے قلم کا، مرے ہنر کا سلام پہنچے
نفیس کی اب دعا یہی ہے، فقیر کی بس صدا یہی ہے سوادِ طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

مولانا محمود الحسن شاہ صاحب کے بیان کے بعد جناب قاری انوار الحسن شاہ صاحب نے تلاوت فرمائی۔ مولانا شاہد عمران عارفی صاحب نے کلام پیش فرمایا۔ اتنے میں ۱۲/بج گئے۔ سوا بارہ تک حافظ قاسم گجر صاحب نے کلام پیش کیا۔

جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم کا بیان:

سوا بارہ حضرت شیخ سومرو دامت برکاتہم کا بیان شروع ہوا جو تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہا۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا:

رات کافی بیت چکی، سب سے اچھی بات وہ ہوتی ہے جو مختصر ہو اور جامع ہو۔ اس سے طبیعت اکتائے نہیں۔ کیونکہ اگر قرآن وسنت سے، دین کی بات سے، طوالت کی وجہ سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہوگئی تو یہ ایک قسم کا گناہ شمار ہوگا۔ لہٰذا گناہ سے خود بھی بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی بچانا چاہیے۔ اس لیے کوئی لمبا چوڑا بیان نہ کرنا ہے، نہ اِس وقت مناسب ہے۔

رحمۃ للعالمین کے موضوع سے یہ کانفرنس منعقد ہورہی ہے۔ ہمارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ نے سب سے اول اور سب سے آخر بنایا۔ أنا أول الناس بعثاً وآخرهم خلقا. حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں سب سے اول ہوں اور سب سے آخر میں ہوں۔ سب سے اول نبوت دینے کا مقصد یہی ہے کہ جتنے بھی انبیاء آئے، گویا کہ سب کے سروں پر حضور کی نبوت کا سایہ تھا۔ اللہ جل شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انبیاء کی نبوت کی تربیت فرمائی۔ اور سب سے آخر میں دنیا میں آنے کا مقصد یہی ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ پاک نے جتنے بھی کمالات واوصاف وعلوم عطا فرمائے تھے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے وہ سب کے سب کامل طور پر جمع فرما دیئے۔

پچھلی شریعتوں میں سے کسی میں افراط تھا، کسی میں تفریط تھی، کسی شریعت میں سختیاں زیادہ تھیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خفت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آخر میں بھیجا، افراط وتفریط سے خالی اعتدال والا دین صراطِ مستقیم عطا فرمایا۔

ہم لوگ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند ہیں۔ اور یہ کوئی فرقہ واریت کی بات نہیں، نہ ہی یہ نام ہم نے خود رکھا ہے۔ بلکہ نام تو خوبخود وجود میں آجاتے ہیں۔ ایک قبیلہ جب پھیلتا ہے تو لوگ اس کی شاخوں کے الگ الگ نام رکھ لیتے ہیں۔ اس طرح شناخت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کسی گاؤں میں ایک نام کے زیادہ آدمی ہو جاتے ہیں تو لوگ ان کے نام کے ساتھ کوئی اضافی علامت لگا لیتے ہیں تاکہ فرق رہے۔ جیسے ہمارے گاؤں میں محمد عالم اور عبد الرحمٰن نام کے کئی لوگ ہیں۔ گاؤں والوں نے فرق اور پہچان کے لیے ہر کسی کے نام کے ساتھ کچھ لگا دیا ہے۔ تو یہ شناخت کے لیے ہوتا ہے، عصبیت کے لیے نہیں ہوتا۔ لہٰذا ''اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند'' ہماری شناخت ہے۔ اور ہماری شناخت کیا ہے؟ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم افراط و تفریط سے پاک جو اعتدال والا دین اور صراط مستقیم لائے اسی کا نام اہل السنۃ والجماعۃ اور مسلکِ دیوبند ہے۔ تلاش کرو گے اور دیکھو گے تو ہر چیز نظر آجائے گی، لیکن مطالعہ کرنے سے سمجھ آئے گا۔ آج ہمیں مرض لاحق ہے کہ دنیا کی چیزوں کی تو بڑی کھوج کرید کرتے ہیں، مطالعہ کرتے ہیں، لیکن دین کی چیزوں کا مطالعہ نہیں کرتے۔ مطالعہ کرنے سے مسئلہ سمجھ آجائے گا۔

دوسرے مسلک والے ہمارے بھائی کہتے ہیں کہ: (ہم جیسے کام شروع کر کے) آدھے آدھے تم بھی ہماری طرح بن گئے ہو۔ سمجھ رہے ہو؟ (جی) ایک بات سن لو! اگر ہم بھی اُن کی طرح بن گئے تو ہماری شناخت کیا ہوئی؟ (اور ہم دیوبندی کیسے رہے؟) دیکھو! کھانا پکاتے وقت آگ کو اعتدال پر رکھنا پڑتا ہے، اگر تیز ہوگی تو کھانا جل جائے گا، ہلکی ہوگی تو کچا رہ جائے گا۔ گویا کسی بھی چیز میں افراط ہو یا تفریط ہو تو فساد آجائے گا۔ اسی طرح امت جب کسی بھی چیز میں اعتدال سے ہٹ جائے تو یہی نقصان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یااھل الکتاب لاتغلوا فی دینکم. اے اہل کتاب! تم دین میں غلو نہ کرو! انہوں نے غلو کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کے شعبے تک پہنچا دیا۔ اُن کے نزدیک الوہیت کے تین حصے ہیں، ایک حصہ کا نام اللہ کی ذات ہے، ایک حصے کا نام جبرئیل ہے اور ایک حصے کا نام حضرت عیسیٰ ہے۔ ابنیت کا شعبہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے لیے تجویز کر لیا۔ اللہ نے فرمایا: غلو نہ کرو۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ: ''لاتطرونی'' تم میری شان میں مبالغہ نہ کرو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے بارے میں لوگوں نے مبالغہ کیا۔ اور حد سے بڑھ گئے۔ تم اس طرح حد سے مت بڑھو۔

اِسی لیے ہمارے حضرت (قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین) رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان تھی کہ جب کوئی بھی جلسہ ہوتا تو وہ ہر چیز خود سنتے اور دیکھتے تھے۔اور جو بھی غلطی ہوتی،اس کی اصلاح فرماتے تھے کہ یہ چیز نہیں ہونی چاہیے، یہ ہونی چاہیے۔

آج کل جو نعتیں پڑھی جاتی ہیں،اُن میں کئی نعتیں ہیں جن میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنے کا ذکر ہے۔کہ اے اللہ کے نبی! آپ ہمیں یہ عطا کیجیے! آپ بتائیں عطا کرنے والا کون ہے؟ (اللہ) عطا کرنے والا اللہ ہے۔حضور کے طفیل عطا ہوتا ہے۔اے اللہ! اس محبوب کے طفیل ہماری دعاؤں کو قبول فرما جو سب جہانوں کی جان ہیں،لیکن مانگنا اللہ سے ہے۔حمد و نعت میں حد سے آگے مت بڑھو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو سمجھنا چاہیے۔ادب کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔

ادب ایک ایسی چیز ہے جو حضور رحمۃ للعالمین نے ہمیں خود سکھایا ہے۔اللہ نے (بھی مخلوق کو ادب) سکھایا۔نبی اپنی قوم میں والد کی طرح ہوتا ہے۔تو کیا والد کو کوئی نام سے پکارتا ہے؟ (نہیں!) نام سے نہیں پکارا جاتا،ابو یا والد کہا جاتا ہے۔اللہ پاک فرماتے ہیں: لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا. اللہ کے نبی کو اس طرح مت پکارو جس طرح ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہو۔یا نبی اللہ کہو! یا رسول اللہ کہو! نام سے مت بلاؤ۔(جبکہ) آج کل مساجد میں لکھا ہوتا ہے: ''یا محمد!'' محمد،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔نام اس کو کہتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد رکھا جاتا ہے۔باقی سب صفات ہوتی ہیں۔کوئی عالم بن گیا،کوئی کاتب،کوئی شاعر بن گیا۔اَب اللہ نے نام سے پکارنے سے منع کر دیا۔

جب ہم روضہ مبارک پر جاتے ہیں،تو آپ میں سے کوئی ہے جو وہاں ''یا محمد'' کہتا ہو؟ (نہیں!) کوئی کہتا ہے؟ (نہیں!) الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہیں۔یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ، یا امام الانبیاء والمرسلین، یا خاتم النبیین، یا رحمۃ للعالمین، یہ تو سب کہا جاتا ہے۔لیکن ''یا محمد'' کوئی کہتا ہے؟ (نہیں) اور کوئی گوارا کرتا ہے؟ (نہیں) جب نہیں تو مسجدوں میں کیوں لکھتے ہیں؟

اللہ نے حضور کا ادب بتایا۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا ادب سکھایا۔کیا؟ **کان خاتمه من فضة، وفصه منه ،ونُقش فيه محمد رسول الله، محمدٌ سطر،و رسولٌ سطر، والله سطرٌ.** رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی،اس کا نگینہ پتھر کا نہیں تھا وہ بھی چاندی کا ہی تھا،یعنی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی۔

دراصل صحابہ کرام نے عرض کیا تھا کہ: آپ بادشاہوں کی طرف خطوط بھیجتے ہیں، وہ مہر کے بغیر خط قبول نہیں کرتے۔چنانچہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی۔آپ نے اس کی تصویر گھروں میں یا مساجد میں دیکھی ہوگی۔اس میں ایک سطر میں ''محمد'' ہے۔ایک سطر میں ''رسول'' ہے۔اور ایک سطر میں ''اللہ''

ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ نیچے محمد، اوپر رسول اور اوپر اللہ۔ یہ اللہ کا ادب سکھایا۔ اپنا نام نیچے لکھا، اللہ کا نام اوپر لکھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ جو بھی مقام ملتا ہے وہ عبدیت سے ملتا ہے۔ جب عبدیت میں کمال ہو جائے تو اللہ جل شانہ اوپر لے جانے میں بھی کمال کر دیتے ہیں۔ جب حضور کا عبدیت میں کمال ہوا، میدان طائف میں پتھر برس رہے ہیں، خون سے لہولہان ہیں، اور زبان پر کیا ہے؟ اللھم إن لم تكن ساخطا علی فلا أبالي. اے اللہ! اگر آپ ناراض نہیں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ یہ عبدیت میں کمال ہے کہ مالک کی مرضی جس بھی حال میں رکھے۔ بندے کا کام یہ ہے کہ مالک مجھ سے ناراض نہ ہو، تو باقی کسی چیز کی پروانہ ہو۔ حضور نے عبدیت میں کمال کیا۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو رفعتیں دینے میں کمال کر دیا۔ معراج نصیب فرمائی، جو کسی اور کو نہیں ملی۔ کتنی بلندی اور کتنے مقامات نصیب فرمائے! یہ شان عبدیت کی وجہ سے ملی۔

محبت میں اتنا آگے نہ بڑھو کہ الوہیت کی طرف لے جاؤ! یہ محبت نہیں ہے۔ کسی کو بیوی سے محبت ہے، بہن سے محبت ہے، ماں سے محبت ہے۔ کیا تینوں محبتیں ایک جیسی ہیں؟ (نہیں) اِن تینوں محبتوں میں اگر کوئی فرق نہ کرے تو اسے عقل والا کہیں گے یا بے وقوف کہیں گے؟ (بے وقوف!) سب محبتوں کا تقاضہ الگ الگ ہے۔ اگر کوئی محبت میں اپنی بیوی کو ماں کی طرح کہہ دے تو قرآن کہتا ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے، ملنا ہی ٹھیک نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ محبت کی وجہ سے بیوی ماں نہیں بن سکتی، بہن بیوی نہیں بن سکتی۔ ہر ایک سے محبت کا تعلق الگ ہے۔ اسی طرح محبت حضور سے بھی ہے، محبت اللہ سے بھی ہے، لیکن اللہ خالق ہے، اور حضور اللہ کے رسول ہیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ. اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب کو اتنا بلند مقام نصیب کیا کہ معراج عطا فرمائی، لیکن اس کے باوجود سبحن الذی اسری بعبده. وہ عبد ہے، میں سبحان ہوں۔ حضور کا مقام تو ہے، حضور سے بڑھ کر کائنات میں کون ہے؟ اللہ نے سب سے زیادہ ذکر حضور کا فرمایا، لیکن اللہ کی شان جو اللہ کے مناسب ہے۔ اور حضور اللہ کے رسول ہیں، اللہ کے نبی ہیں۔ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ غلو میں اپنی قوم کو اتنا آگے نہ لے جاؤ کہ پھر تم ہی ان سے کہو کہ پیچھے ہٹو تو وہ پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہ ہو۔ یہ بھی علماء کا فرض ہے کہ مسئلہ پوری طرح واضح کر کے سمجھائیں۔

اللہ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں صراط مستقیم عطا فرمایا۔ اور صراطِ مستقیم کوئی مبہم چیز نہیں، بلکہ واضح ہے۔ اگر مبہم ہو تو اس پر چلنے کا حکم کیوں ہے؟ ہر نماز میں صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی دعا کیوں ہے؟ اگر سیدھا راستہ ہے ہی نہیں، یا واضح ہی نہیں تو دعا کس چیز کی ہے؟ یہ راستہ مبہم نہیں ہے، بلکہ واضح ہے، کون سا راستہ؟ من النبيين و الصديقين و الشهداء و الصالحين، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ۔ اَب ان چاروں جماعتوں کا راستہ جن کے پاس ہے، اور جو چاروں جماعتوں کو مانتا ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

بات سمجھو! سورت فاتحہ میں صراط مستقیم کا ذکر ہے، اور جن چار جماعتوں کا ذکر اللہ نے صراط مستقیم میں فرمایا، جوان پر تھوڑا سا بھی غور کرے گا تو اسے سمجھ میں آجائے گا کہ صراط مستقیم کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا: نبیوں کا راستہ، صدیقین، شہداء، صالحین کا راستہ۔ اور جب کوئی راستہ بتاتا ہے تو اس کی پیروی کی جاتی ہے۔ ان سب کو ملانے سے ایک ہی راستہ نظر آئے گا۔ اور وہی صراطِ مستقیم ہے۔

اور یہ بات بھی سمجھ لو! قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الله ولی الذین آمنوا یخرجهم من الظلمت الی النور. اللہ ساتھی ہے ایمان والوں کا، مؤمنین کا، اُن کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اندھیرے! کئی اندھیرے ہوں، روشنی ایک ہی کافی ہے۔ ساری دنیا کے اندھیروں کو ختم کرنے کے لیے آپ نے کتنے سورج دیکھے ہیں؟ ایک ہی ہے نا؟ (جی) یا زیادہ ہیں؟ (نہیں) ایک ہی کافی ہے۔ تو ظلمتیں زیادہ ہوتی ہیں، نور ایک (ہی کافی) ہوتا ہے۔ (اسی طرح) باطل زیادہ ہوتے ہیں، حق ایک ہوتا ہے۔ غلط راستے، شیطانی راستے زیادہ ہوتے ہیں، اللہ کا راستہ، نبیوں کا راستہ، صدیقین کا راستہ، شہداء و صالحین کا راستہ وہ ایک ہی ہے۔ یہ جو نعرہ کہ ''سارے ٹھیک ہیں'' یہ شیطانی نعرہ ہے۔ سارے ٹھیک نہیں ہیں۔ ایک ہی ٹھیک ہے۔ سب ٹھیک ہو ہی نہیں سکتے۔ یہ محض سیاسی بات ہے کہ سارے ٹھیک ہیں۔

جب لوگ آپس میں لڑتے (اور اختلاف کرتے) ہیں تو ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ میں ٹھیک ہوں، باقی سب غلط ہیں۔ جتنی بھی سیاسی جماعتیں ہیں، دنیاوی معاملات میں ہر کوئی یہ کہتا ہے: میں ٹھیک ہوں، باقی سب غلط ہیں۔ ایک دوسرے پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ انتقام بھی لیتے ہیں۔ لیکن جب دین کا معاملہ آتا ہے تو کہتے ہیں کہ: سارے صحیح ہیں۔ اپنے معاملات میں تمہیں یہ سوچ نہیں آتی (کہ سب ٹھیک ہیں۔) یہ صرف اللہ کے معاملات میں نظر آتا ہے؟ صراطِ مستقیم نور ہے، وہ ایک ہوتا ہے، روشنی ایک ہے، سورج ایک ہے۔ جبکہ اندھیرے کئی ہوتے ہیں۔ کئی بدعتیں ہوں گی، کئی گمراہیاں ہوں گی، لیکن ان سب کے لیے بصیرت کا راستہ، روشنی کا راستہ، وہ ایک ہی ہے، صراط مستقیم۔ اور وہ نبیوں کا راستہ ہے۔ لہٰذا جو نبیوں کو نہیں مانتے وہ صراط مستقیم سے نکل جائیں گے۔ اسی طرح صدیقین، اللہ نے صدیق نہیں فرمایا، بلکہ صدیقین فرمایا۔ سارے صحابہ صدیقین ہیں، اُن کے سرخیل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ صدیقین کو ماننے والے کون ہیں؟ شہداء کو ماننے والے کون ہیں؟ صالحین کو ماننے والے کون ہیں؟ (جو ماننے والے ہیں وہ صراط مستقیم پر ہیں۔)

آپ کو ایک عجیب بات بتاؤں، میں نے تاریخ پڑھی ہے، سندھ میں ایک مؤرخ تھے، میر علی شیر کالے ٹھٹھوی، ٹھٹھہ کے تھے، تقریباً دو اڑھائی سو سال پہلے فوت ہوگئے، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ کے

زمانے میں، جو امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا زمانہ ہے۔ کیونکہ حضرت مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے مکہ مکرمہ میں اساتذہ ایک ہی ہیں۔ یہ وہی زمانہ ہے۔ میر علی شیر کالے ٹھٹھوی، جن کا تعلق اہل تشیع سے تھا، انہوں نے تاریخ کی ایک کتاب لکھی ہے ''تحفۃ الکرام''۔ اس میں انہوں نے سندھ کے بڑے بڑے بزرگان دین اور اولیاء کرام کے حالات لکھے ہیں، اس میں ایک بھی شیعہ نہیں ہے۔ ایک بھی نہیں ہے۔ سارے سنی ہیں۔ تو (گویا) یہ خود بتاتے ہیں کہ صالحین اہل سنت والے ہیں۔ اسی طرح جو بھی بزرگان دین ہیں، انکی تاریخ پڑھو، کوئی دوسرا آدمی آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ یعنی صالحین اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔ یہ حق کا راستہ ہے۔ صالحین، شہداء سب کو ماننے والے اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں۔

اِس جلسہ میں ابتدا سے اخیر تک جو کچھ ہم نے سنا، اسے ہم ذہن نشین کریں۔ اسے ہم کسی مذاق کی نذر نہ کر دیں۔ اس لیے زیادہ ہنسنا اور زیادہ مذاق پوری مجلس کو بگاڑ دیتا ہے۔ جو چیز ہم نے سنی، اور جس مقصد کے لیے یہ کانفرنس منعقد کی گئی، وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم نے جو کچھ سنا اسے ذہن نشین کریں۔ اسے سمجھیں۔

اللہ جل شانہ ہمارا بیٹھنا منظور و مقبول فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس جگہ بیٹھنے کو ہمارے گناہوں کو کفارہ بنا دے۔ اور جنہوں نے اس میں تعاون کیا ہے، اللہ جل شانہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



روح اصل ہے، بدن پردہ ہے۔......حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ

اصل انسانیت کا مدار تو روح پر ہے، اور بدن اللہ تعالیٰ نے روح کو زمین پر ظاہر کرنے کے لیے ایک کثیف جسم پردہ کے طور پر دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ روغن بادام کو ایک پردہ میں بھیجا، آم کے رس کو ایک پردہ میں بھیجا۔ اسی طرح روح لطیف ہے، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے ایک پردہ میں بھیجا۔ تاکہ انسان اپنے آلات کے ذریعے سے عمل کرے اور کمالات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ بدن اور روح میں سے اصل روح ہے۔ اور بدن اس کی ضرورت کے لیے ایک سواری کے طور پر ہے۔ اِس بات کو سمجھانے کے لیے میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں روح ہمارے اندر موجود ہے تو ہمارا بدن انسان کہلاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس سے روح نکال لیتے ہیں تو اب وہ انسان نہیں رہتا، انسان کی لاش ہوتی ہے۔ لہٰذا روح نکل جانے کے بعد بدن کو (اِس دنیا میں) محفوظ نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ انسان کے شرف کے طور پر اس کو ادب واحترام کے ساتھ زمین میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ کہ جس سے یہ بنا تھا ادھر ہی لوٹ گیا۔ [خطباتِ حکیم العصر: ۱۰۱/۸]

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

حضرت سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ان سے سسرالی رشتہ تھا، آپ حضرت عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے، غزوہ بدر میں انہوں نے عقبہ بن ابی معیط کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، اسی طرح مسافع بن طلحہ اور اس کے بھائی کلاب کو اپنے تیراندازی کے جوہر سے جہنم رسید کر دیا تھا، مسافع اور کلاب کی ماں سلافہ نے نذر مانی تھی کہ اگر میں حضرت عاصم بن ثابت پر قابو پالوں تو اس کے سر میں شراب پیوں گی، اور سلاقہ نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر لانے والے کے لیے ایک سو اونٹ انعام دینے کا بھی اعلان کر رکھا تھا، انعام کے لالچ میں سفیان بن خالد ہذلی منافقانہ انداز میں مدینہ منورہ آیا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ چند آدمی ہمارے قبیلوں کی تعلیم کے لیے روانہ فرما دیں، آنحضرت ﷺ نے دس آدمی روانہ فرمائے اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا، سفیان پہلے چلا گیا اور رجیع کے مقام پر اس نے ایک سو تیرانداز مشرکین (جو قبیلہ ہذیل کے خاندان بنولحیان سے تعلق رکھتے تھے۔) کے ہمراہ اس وفد کا گھیراؤ کر لیا اور مقابلہ تک نوبت پہنچی، چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہوئے اور باقی حضرات حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سمیت شہید ہو گئے۔ [اسد الغابہ: ۲/۳۶ و غیرہ]

رجیع کے مقام پر جب کافروں نے ان پاکیزہ ہستیوں کا گھیراؤ کر لیا تو یہ حضرات ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، کافروں نے کہا تم اتر آؤ ہم ضمانت دیتے ہیں کہ تم میں سے کسی ایک کو بھی قتل نہیں کیا جائیگا، حضرت عاصمؓ نے فرمایا: أما أنا فلا أنزل فی ذمة کافر، اللهم فاخبر عنا رسولك. یعنی میں کسی کافر کی ضمانت پر نیچے نہیں اتر سکتا، یا اللہ ہمارے حالات سے اپنے رسول کو مطلع فرما دیجئے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قریش نے اپنے آدمی حضرت عاصم کا سر کاٹ کر لانے کے لیے بھیجے، فبعث الله مثل الظلة من الوبر فحمته من رسلهم. اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک غول بھیج دیا اور مکھیوں نے کافروں کے ہاتھوں سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی حفاظت کی، کافروں نے کہا رات کو مکھیاں چلی جائیں گی اس وقت آ کر ان کا سر کاٹ لیں گے، جب رات چھائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ

انتظام فرمادیا کہ بعث الله عزوجل مطر اجاء بسیل فحمله فلم یوجد ''رات کے وقت اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کا سیلاب رواں بھیج دیا، وہ حضرت عاصم رضی الہ عنہ کو کافروں کی دسترس سے بچالے گیا۔''

[الاستیعاب: ص ۳۹۳]

حضرت عاصمؓ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا: ان لا یمس مشرکا ولا یمسه مشرك (نہ وہ کسی مشرک کو چھوئیں گے نہ انہیں کوئی مشرک ہاتھ لگائے گا) اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں اور بارش کے ذریعہ ان کے عہد کی تکمیل فرمادی۔[الاصابہ: ۹۶۹/۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت کا واقعہ نقل کیا ہے کہ لیلة العقبة یا بدر کی رات آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا: کیف تقاتلون تم جنگ کس طرح کرو گے؟ اس موقع پر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! جب مخالف قوم دوسو ہاتھ کے فاصلہ پر ہوگی تو تیر اندازی سے ہم لڑیں گے، جب دشمن قریب ہوجائیں گے اور نیزوں کی زد میں ہوں گے تو نیزہ بازی ہوگی اور جب دشمن اس سے بھی زیادہ قریب ہوگا تو شمشیر زنی ہوگی اور تلوار کے ذریعہ دو بدو جنگ کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: هکذا نزلت الحرب من قاتل فلیقاتل کما یقاتل عاصم. (جنگ کا طریقہ یونہی ہے جو قتال کرنا چاہے عاصم کے طرز پر لڑے۔)[الاصابہ: ۹۶۸/۲]

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اِس واقعہ کا آنحضرت ﷺ پر بہت اثر ہوا اور آپ اپنے لاڈلے صحابہ کی مظلومانہ شہادت سے بے حد غمگین تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھ کر قبیلہ رعل، ذکوان اور بنولحیان پر لعنت فرماتے رہے۔[الاستیعاب: ۳۹۳]

آنحضرت ﷺ نے صرف اِسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ سفیان بن خالد ہذیلی کو اس کی خباثت کا مزا چکھانے کے لیے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا، حضرت عبداللہؓ نے ایک روز موقع پا کر خالد بن سفیان کو قتل کر کے اس کا سر کاٹا اور آنحضرت ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا، آنحضرت ﷺ حضرت عبداللہؓ کے اس کارنامہ سے بہت خوش ہوئے، انہیں جنت کی خوش خبری سنائی اور ایک عصا مبارک دے کر فرمایا: ''اِس عصا کو ساتھ لیکر بہشت میں داخل ہوجانا۔'' حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، ان کی وصیت کے مطابق عصا مبارک کو ان کی قبر میں ساتھ دفن کردیا گیا۔

[زادالمعاد بحوالہ کاروانِ جنت: ۱۲۴]

☆......☆......☆......☆

حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ

ہم اپنے ہاتھوں سے مدارس کو اُجاڑ رہے ہیں

میں ہر روز ’’اسلام‘‘ اخبار کا مطالعہ کرتا ہوں، ایک حادثہ (جو) پہلے نہیں تھا، لیکن اِس سال تو بہت کثرت کے ساتھ سامنے آیا۔ وہ یہ کہ شاید ہی کسی مدرسہ کا اشتہار اسلام اخبار میں آیا ہو جو اس عنوان سے خالی ہو کہ ’’ہم میٹرک بھی کروائیں گے۔ بی اے بھی کروائیں گے۔ کمپیوٹر، انگریزی بھی سکھائیں گے۔‘‘ اور یہ ہر مدرسہ کے اشتہار میں تھا۔ گویا اَب دینی علم کی طرف بلانے کے لیے آپ کو انگریزی کے حوالے دیئے جا رہے ہیں۔ جو علامت ہے اِس بات کی کہ علم دین کی بے قدری دِل میں آ گئی۔ اور اِن چیزوں کی قدر بڑھتی جا رہی ہے۔ اس وقت سے میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں مدارس سکول نہ بن جائیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ نعمت واپس لے لیں۔

اور یہ چیز ہم پر اتنی مسلط ہو گئی ہے کہ جب ہم با قاعدہ انگریز کے غلام تھے، اس وقت بھی ہمارے دل و دماغ میں یہ اتنی مسلط نہیں تھی۔ پوری تاریخ میں آپ دیکھ لیں کہ کبھی بھی مدارس کے جلسوں میں کانفرنسوں میں انگریزی زبان میں بچوں سے تقریر کروائی ہو۔ اور ہم صرف یہ تأثر ظاہر کرنے کے لیے (ایسا کرتے ہیں) کہ ہمارے بچے انگریزی بولنا جانتے ہیں۔ جس سے انگریزی کی عظمت نمایاں ہو(تی ہے۔) سال دو سال سے میں دیکھ رہا ہوں کہ بچوں کو سٹیج پر لا کر ان سے انگریزی میں تقریر کرائی جاتی ہے۔ (صرف) یہ دکھانے کے لیے کہ ہمارے بچے انگریزی جانتے ہیں۔ (حالانکہ) جب ہم با قاعدہ غلام تھے، اس وقت (بھی) ایسا نہیں تھا۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ: ہمارے بچے بہت اچھی انگریزی بولتے ہیں۔ تو میں ان سے کہتا ہوں کہ: تم کیا اچھی بولتے ہو، انگریز کے چوڑھے، گٹر صاف کرنے والے تم سے اچھی انگریزی بولتے ہیں۔ تو یہ تم نے کون سا فخر حاصل کر لیا؟ یعنی پہلے آپ لوگوں کو قراءت سنایا کرتے تھے، ایک چھوٹے بچے سے کہ یہ حافظ ہو گیا۔ یا اس چھوٹے بچے نے روایات پڑھ لی ہیں۔ تا کہ لوگوں کو شوق پیدا ہو کہ وہ بھی اپنے بچوں کو اس طرف لے کر آئیں۔ اور اب انگریزی میں تقریریں ہو رہی ہیں۔ مکالمے ہو رہے ہیں۔ مدارس کے سٹیج پر۔ یہ علم دین کی بے انتہاء بے قدری ہے۔

اور اِس سے ڈر لگتا ہے کہ دو چار سالوں میں کہیں مدارس سکول نہ بن جائیں۔ اور یہ علم دین ہم سے

کوچ کر کے کسی اور ملک نہ چلا جائے۔ اِس لیے اس نعمت کی بے قدری نہیں کرنی چاہیے۔ تہیہ کرلو کہ ہم نے اسی طرح جس طرح ہمارے اکابر نے چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن کریم پڑھایا۔ ایسا ہی ہم کریں گے۔

میں ہر جگہ یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے صرف اتنا بتادو کہ جن کو تم کمپیوٹر سکھادو گے، انگریزی سکھادو گے، وہ کیا چٹائی پر بیٹھ کر قرآن پڑھائے گا؟ اگر اس کا قرآن پڑھانے کا ارادہ ہے تو پھر اس کو کمپیوٹر کی کیا ضرورت ہے؟ اور جب وہ یہ چیزیں سیکھ لے گا تو وہ دو گھنٹے مارکیٹ میں کام کرے گا، بیس ہزار روپے کمالے گا۔ یا کسی تجارتی فرم میں چلا جائے گا، بینک میں چلا جائے گا اور وزنی رقم کمائے گا۔

علم کی بے قدری کا انجام:

اور ہمارے جو پرانے حضرات چلے آتے ہیں، دس دس گھنٹے ایک ہی جگہ بیٹھتے ہیں تو کہیں جا کے سال کے آخر میں پندرہ بیس حافظ تیار کرتے ہیں۔ اور تنخواہ صرف پانچ سات ہزار روپے ہوتی ہے۔ اور میں نے کراچی کے کئی اجتماعات میں چیلنج کے ساتھ کہا ہے کہ یہ بڑے مدارس جنہوں نے اپنے رخ تبدیل کر لیے ہیں، مجھے یہاں ایک لڑکا دکھادو جو اس وقت پڑھا رہا ہو! میں نے کہا: تم سارے کراچی کا سروے کرلو، تمہیں قرآن پاک پڑھانے والے مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان اور ملتان اور اس جیسے دیگر غریب علاقوں کے پڑھے ہوئے بیٹھے قرآن پڑھاتے نظر آئیں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دِل کے اندر جو عظمت آ گئی ہے اِن کاموں کی ہے، دین کی نہیں ہے۔

ہم اپنے ہاتھوں سے مدارس اُجاڑ رہے ہیں:

اب ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سیکھو اور خوب کماؤ اور خوب کھاؤ۔ جب کہ ہمارے بزرگوں کا نظریہ یہ تھا کہ ہم نے دین کا علم حاصل کرنا ہے، اس میں معاش کا قطعاً کوئی تصور نہیں ہے۔ اِس لیے اُنہوں نے مانگ کر کھایا، مانگ کر کھلایا اور دین پھیلایا۔ اور اب یہ حال ہے کہ یہ معاشی نظریہ بن گیا ہے۔ یہ بات ہے جو میرے دِل کو ستاتی ہے۔ اور میں بہت دکھ محسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ کیا ہوگیا! انگریز ہمارے مدارس کو اجاڑ نہ سکے، لیکن ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے مدارس کو اجاڑتے جا رہے ہیں۔ (حالانکہ) انگریز ہمیں ان راستوں پر نہ چلا سکا۔

اور یاد رکھیں! ہم تو جا رہے ہیں، اگر اِس بارے میں عقل نہ آئی تو دو چار سالوں کے اندر علوم عربیہ ان مدارس سے ختم ہو جائیں گے اور یہ سکول و کالج کی کیفیت اختیار کر جائیں گے۔ اور علم دین کسی اور ملک میں چلا جائے گا۔

سعادت مند بچے:

تو سعادت مند ہیں وہ بچے جو میری بات کو اچھے طریقے سے سمجھ گئے ہیں۔ کہ جو دنیا کو لات مار کر،

سادہ پہن کر، سادہ کھا کر، اس دین کے سلسلہ میں جڑ جائے تو قیامت تک جو ایک زنجیر بنے گی، (اس میں شامل ہوجائیں گے۔) جیسے انجن کے ساتھ مال گاڑی کے ٹوٹے پھوٹے ڈبے جڑے رہیں تو کھڑ کھڑ کرتے جہاں انجن پہنچتا ہے وہاں پہنچ ہی جاتے ہیں۔ ہم جیسے گناہ گار بھی ان شاء اللہ العزیز اگر اس زنجیر میں لگے ہوں گے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گی، ہم بھی جیسے کیسے ہیں، ان بزرگوں کے پیچھے پہنچ جائیں گے۔

مدارس کا اصل ہدف قرآن وسنت کی اشاعت ہے

تو یہ میرا مقصد ہے۔ جو میں نے آپ کے سامنے اتنی لمبی گفتگو کی۔ اور اپنے دُکھ کا اِظہار کیا۔ تو شکر کرو، علم کی ناقدری نہ کرو، کہیں محروم نہ ہوجائیں۔ اگر تمہارے دِل کے اندر عظمت انگریزی کی آگئی اس دین کے مقابلے میں، تو یاد رکھو! پھر تمہارے ذہن میں مسجد نہیں آئے گی، مدرسہ نہیں آئے گا، اور درس گاہیں نہیں آئیں گی۔ بلکہ تمہارے ذہن میں دفتر آئیں گے، مارکیٹ کے دفتر، بینک کے دفاتر یا کوئی اور دفاتر آئیں گے اور پھر اپنی زندگی اکارت کرلو گے۔

سنو! بہت دنیا ہے یہ کام کرنے والی، یہ چیزیں ان کے لیے چھوڑ دو، اور اپنے لیے وہی راستہ تجویز کر جو اس دین کی بقاء اور اشاعت کا ہے۔ تب ہوگی اس نعمت کی قدردانی۔ اگر ہم نے یوں کیا تو اللہ تعالیٰ بہت برکت دے گا۔ اور اگر ہم نے اس کی بے قدری کرنا شروع کردی اور اپنے آپ کو حقیر سمجھنا شروع کردیا کہ ہمارے پاس کوئی کمال نہیں ہے، کمال تو انگریزی بولنے میں ہے تو یہ علم دین کی بے انتہا ناقدری ہوگی۔

اہل مدارس قرآن وسنت اور حدیث وفقہ کو بنیادی اہمیت وفوقیت کے ساتھ مقصدِ حیات بنا کر تعلیم و تعلم کے مشغلہ کو اختیار کریں۔ اگر ہمارے مدارس میں انگلش اور کمپیوٹر کو بنیادی اہمیت دے کر اُجاگر کیا گیا تو یہاں سے اَصحابِ دین پیدا ہونے کے بجائے آفس کلرک پیدا ہونے لگیں گے۔ (اور) یہ اہدافِ مدارس کے خلاف ہے۔

تبلیغ کے لیے انگلینڈ اور امریکہ ہی کیوں؟

میں کہا کرتا ہوں کہ ذرا اتنا سوچ لو کہ تم جو کمی محسوس کرتے ہو کہ ہم تبلیغ کے لیے انگلش پڑھتے پڑھاتے ہیں تو تمہیں تبلیغ کے لیے انگلینڈ اور امریکہ ہی کیوں نظر آتا ہے؟ روس اور چین نظر کیوں نہیں آتا؟ جس کو دیکھو (وہ یہی کہتا ہے کہ) انگریزی پڑھ کے امریکہ جائے گا یا انگلینڈ جائے گا۔ وہاں تو اتنے مبلغ پھرتے ہیں جس کی کوئی حد نہیں۔ اور یہ روس، چین، جاپان جتنے علاقے ہیں ان میں تمہیں تبلیغ کا شوق نہیں

ہے؟اس کے لیے تم چینی یا روسی زبان کیوں نہیں پڑھتے؟

اور یہاں جب تم مدرسہ کے سٹیج پر بچے سے انگریزی میں تقریر کرواتے ہو تو مجمع میں ایک فیصد آدمی بھی نہیں ہوتا جو اس کو سمجھ رہا ہو۔تو یہ تم نے کون سا تیر مار لیا؟

مدارس کے موجودہ طرز عمل سے کہیں ملا مسٹر نہ بن جائے!

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ کمی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری کر گئے، اُنہوں نے مولوی کو مسٹر بنانے کے بجائے مسٹر کو مولوی بنا دیا، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ مدارس کے موجودہ طرزِ عمل سے کہیں ”ملا“ مسٹر نہ بن جائے۔دنیا کا کون سا حصہ ایسا ہے جس میں ڈاکٹر، انجینئر یا افسر تبلیغ نہیں کرتے پھرتے؟ ہر محاذ پر الحمد للہ تبلیغ ہو رہی ہے۔مولوی کو مسٹر بنانے کے بجائے حضرت نے مسٹر کو مولوی بنایا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین میں لگایا ہے کہ تو اس کی قدر کرو اور اسی پر ڈٹے رہو۔ہم اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں بلکہ ہم شکر ادا نہیں کر سکتے کہ اللہ نے ہمیں سڑک پر جھاڑو دینے والا نہیں بنایا،ہمین عیش وعشرت کی زندگی نہیں عطاء فرمائی اور ایسے اسباب نہیں دیئے کہ ہم ہوٹلوں یا سینماؤں میں چکر لگاتے پھریں۔بلکہ یہی مسجد کی چٹائی اور اپنے در پر پیشانی رگڑنے کی توفیق دی،اسی پر اللہ کے شکر گزار ہیں۔دعا ہے کہ آخری سانس تک اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس نعمت کو باقی رکھے۔آمین۔[خطبات حکیم العصر:۱۶۶/۱۰]

(باب العلوم کے فضلاء دینی خدمات میں لگے ہوئے ہیں،قرآن پاک، درس نظامی، امامت، خطابت، تدریس، جہاد، تبلیغ اور مناظرہ کے میدان میں لگے ہوئے ہیں۔) یہ ہمارے لیے بہت زیادہ خوشی کی بات ہے، بمقابلہ اس کے کہ اگر کسی کے متعلق پتہ چلے کہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بی اے کر لیا۔ایم اے کر لیا۔ڈاکٹریٹ کر لی۔وہ کالج میں پروفیسر لگا ہوا ہے۔یہ دیکھ کے صدمہ ہوتا ہے۔خوشی نہیں ہوتی۔جو پڑھ پڑھا کے دین میں نہیں لگے بلکہ اپنے پیٹ کو پالنے کی فکر کی ہے، دین کی ان کو فکر نہیں ہے۔ان سے ہمیں کوئی خوشی نہیں ہوتی۔اور اگر کوئی دیہات میں چٹائی پر بیٹھا ہوا چھوٹے چھوٹے بچوں کو قرآن پڑھا رہا ہے واللہ العظیم کہتا ہوں کہ دیکھ کے دِل خوش ہو جاتا ہے۔[خطبات حکیم العصر:۲۰/۷، ملخصاً]

مدارس کے متعلق نیا پلان: اَب اُنہوں نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ جناب ہمیں تو صرف یہ فکر ہے کہ غریب بچے جو مدارس میں پڑھتے ہیں، ان کو ملازمت نہیں ملتی، ان کو انگریزی پڑھاؤ، کمپیوٹر سکھاؤ....تا کہ ان کو ملازمت مل جائے۔یہ باعزت طریقے سے زندگی گزار سکیں۔

اصل حقیقت: یہ جو نعرہ لگایا ہے کہ عربی مدارس والے بیکار نہ رہیں، اصل بات یہ ہے کہ کسی طرح

ان کو علوم نبوت سے محروم کر دیا جائے۔ ورنہ اِن عقلمندوں سے پوچھا جائے کہ: تمہارے سکولوں، کالجوں سے جتنے فارغ ہیں اُن سب کو ملازمت مل جاتی ہے؟ اگر ایک اشتہار آجائے تو ہزاروں میٹرک، ایف اے، بی اے پاس آجاتے ہیں۔ اتنی بے کاری! پہلے سکولوں، کالجوں والوں کو ملازمت دو۔ ہم آپ کے پاس درخواست لے کر نہیں آئیں گے کہ ہمیں نوکری دے دو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قناعت دی ہے، دینی مدرسہ کا پڑھا ہوا بے کار نہیں رہے گا۔ کہیں مؤذن لگ جائے گا، امامت کروالے گا، بچوں کو قرآن پڑھا دے گا اور وقت عافیت کے ساتھ گزار لیتا ہے۔ بہر حال! ان کی چال میں نہ آؤ! اپنے پیٹ کی فکر کم اور لوگوں کو دین پہنچانے کی فکر زیادہ کرو۔

اکابر اہل سنت دیو بند کی فراست:

ہمارے اکابر کی فراست! جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو ناکارہ بنا دیا، بظاہر نقصان کیا مگر حقیقت میں فراست تھی۔ چنانچہ مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب فراغت ہوئی اور باہر نکلے تو ہمیں تعجب ہوا کہ: کیسا نصاب ہے، اس پر تو چپڑاسی اور نوکر ہی لگ سکتے ہیں۔ مگر بعد میں عملاً تجربہ ہوا کہ: اس میں بڑی فراست تھی۔

چنانچہ فقیہ الامت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نواب حیدر آباد دکن کے جواب میں فرمایا: ہم نے مدارس اس لیے نہیں بنائے کہ نواب صاحب کی ریاست چلے، بلکہ اس لیے بنائے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا ہو، بچوں کو قرآن پڑھانے والا ہو، لوگوں کو صحیح امامت کرانے والا ہو۔ اور جو لوگ سرکاری ملازمت حاصل کرتے ہیں وہ (اکثر) ہمارے کام کے نہیں رہتے۔ وہ ہماری محنت ضائع کرتے ہیں۔ آج بھی مدارس عربیہ دینیہ اس منشور کے تحت خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اور ان شاء اللہ تا قیامت دیتے رہیں گے۔

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔ [خطبات حکیم العصر: ۷۸/۹]

وفیات

......مولانا طیب جلال پوری کے والد محترم رحمہ اللہ...... جناب قاری حفیظ الرحمٰن حیدری رحمہ اللہ

......سنی مدرسہ حفظ القرآن للبنات [لاہور] میں مقیم فی سبیل اللہ خادمہ رحمہا اللہ

......مولانا جمیل الرحمٰن عباسی کے قریبی عزیز عبد الرحیم عباسی اور عظیم بخش عباسی رحمہما اللہ

......جامعہ مظہریہ حسینیہ کے طالب علم غلام حیدر کے نانا جان رحمہ اللہ

قارئین سے مرحومین کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

مولانا ابو محمد چوہان سلیم اللہ سندھی

حضرت جلال پوری شہید رحمہ اللہ سے وابستہ کچھ یادیں

حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ اسم بامسمی تھے، نام بھی سعید، کام بھی سعید اور انجام بھی سعید۔ آپؒ مضبوط و مستند عالم دین، کئی کتب کے مصنف، صاحبِ نسبت بزرگ اور شہید اسلام حضرت مولانا علامہ محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے، اپنے پیرو مرشد حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کے صحیح جانشین وامین تھے، اس کے علاوہ آپ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی اور ماہنامہ بینات کراچی کے مدیر تھے۔ اور روزنامہ جنگ کراچی و ہفت روزہ ختم نبوت کراچی میں آپ سوالات کے جوابات بھی لکھتے تھے۔

بندہ کی حضرت جلال پوی شہید رحمہ اللہ سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ سب سے پہلی ملاقات غالبًا ۲۰۰۸ء میں ہوئی جب بندہ ''آئینۂ قادیانیت'' کا سندھی ترجمہ کررہا تھا۔ وہ پہلی ملاقات اَب تک نہیں بھولا۔ عجیب ملاقات تھی۔ بندہ حاضر خدمت ہوا، جبکہ حضرت والا ختم نبوت کے دفتر میں تشریف فرما تھے، عین اسی وقت ایک صاحب آئے (نام مجھے معلوم نہیں) جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الفقہ میں داخلہ لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنا نام بتائے بغیر اپنا فون حضرت کو دیا اور کہا کہ: حضرت! مفتی حبیب اللہ صاحب سے بات کریں۔

حضرت کسی کام میں مصروف تھے، حضرت والا نے ان صاحب کے اِس رویہ پر ڈانٹ ڈپٹ کی اور فرمایا کہ: بھائی! آپ پہلے اپنا نام تو بتاؤ نا کہ آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ کیا کام ہے؟ پھر انہوں نے بتایا کہ: حضرت! مجھے بنوری ٹاؤن میں درجہ تخصص میں داخلہ لینا ہے، حضرت نے ان کو سمجھایا کہ بھائی پہلے کم از کم اپنا تعارف کرانا چاہیے، بعد میں کام کی بات کیا کریں۔ پھر حضرت نے ان کو اپنے لیٹر پیڈ پر جامعہ کے ناظم تعلیمات کے نام سفارشی رقعہ لکھ کر دیا۔

بندہ بھی وہیں موجود تھا، حضرت نے بندہ سے پوچھا کہ: آپ کیسے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! فقط آپ کی زیارت کے لیے آنا ہوا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ عرض کیا کہ بندہ ''آئینۂ قادیانیت'' کا سندھی ترجمہ کررہا ہے۔ اور وہ ترجمہ بھی حضرت کو دکھایا، حضرت نے فرمایا: جزاکم اللہ احسن الجزاء، اور بہت سی

دعاؤں سے نوازا۔ پھر حضرت نے بندہ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ بندہ نے ’’آئینہ قادیانیت‘‘ کا سندھی ترجمہ ’’قادیانیت جو اصلی روپ‘‘ (قادیانیت کا اصلی روپ) کے نام سے کیا تھا، اس پر حضرت نے فرمایا: آئینہ قادیایت کا ترجمہ ’’قادیانیت جو اصلی روپ‘‘ صحیح نہیں ہے۔ وہ منظر آج تک میری نگاہوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔

اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، بلکہ حضرت کی شہادت سے دو چار دن پہلے بھی ملاقات ہوئی، حضرت سے عرض کیا کہ: شہید اسلام حضرت مولانا علامہ محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی مشہورِ زمانہ کتاب ’’عصر حاضر احادیث کی نظر میں‘‘ کا سندھی کر رہا ہوں۔ تب بھی حضرت نے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا، اور حضرت نے ترجمے کی تکمیل کا فرمایا کہ ترجمہ مکمل کرو۔ پھر ان شاء اللہ اشاعت کا انتظام کریں گے۔ مذکورہ کتاب ’’عصر حاضر احادیث کی نظر میں‘‘ کا سندھی ترجمہ مکمل کر چکا ہوں۔ حضرتؒ ہوتے تو کب سے کتاب منظر عام پر آ چکی ہوتی، لیکن اب تک یہ کتاب اشاعت کی منتظر ہے۔

اسی طرح حضرت کے کتابچہ ’’راہبر کے روپ میں راہزن‘‘ کا بھی بندہ نے سندھی میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب حضرت کو بھی دکھائی تھی، اس وقت آپ اپنی مسجد شادمان ٹاؤن میں اعتکاف میں تھے، اس پر بھی حضرت بہت خوش ہوئے، اور بندہ کو نقد رقم کا ایک لفافہ بھی عطا فرمایا، یہ حضرت والا کا بندہ کی ہمت وحوصلہ افزئی کرنے بے مثال طریقہ تھا۔

اس کے علاوہ ایک مرتبہ بندہ نے حضرت سے اپنے مدرسہ کے سلسلہ میں عرض کیا تو حضرت نے تصدیق نامہ تحریر فرمایا اور مخیّر حضرات کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں حضرت نے کمال شفقت ومحبت کے دریا بہا دیئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت جلا پوری شہید رحمہ اللہ تمام اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے، جو بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا، ڈھیروں دعائیں لے کر لوٹتا تھا۔

اور جیسے حضرت جلال پوری شہید رحمہ اللہ اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے، اسی طرح اُن کے خلفاء میں اُن کے جانشین حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب بھی اعلیٰ کمالات اور خوبیوں کے مالک ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ دامت برکاتہم العالیہ اور تمام اہل حق کو نظر بد سے اور ہر قسم کے دینی ودنیاوی نقصانات سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

☆......☆......☆......☆

مولانا طلحہ السیف، بہاول پور

ایک ریاست تھی......!!

ایک ریاست تھی......

وہاں شراب کی ممانعت ہوئی اور اس طرح عمل ہوا کہ اس کے برتن اور مٹکے تک استعمال کرنے کی اجازت نہ رہی۔ شراب کے ذخیرے گلیوں میں بہا دیئے گئے اور برتن توڑ دیئے گئے۔ نہ کوئی مے خوار رہا اور نہ ساقی......

دِلوں کا شوق سخت وعیدوں کے ذریعے تو نکالا ہی گیا تھا، ساتھ سر پر کوڑا بھی لٹکا دیا گیا تاکہ جذبات قابو میں رہیں۔

ایک ریاست ہے......

آئینی طور پر شراب ممنوع ہے۔ نہ خرید وفروخت کی اجازت ہے، نہ پینے پلانے کی۔ منہ کالا کرنے کے شوقین اَقلیتوں کے بہانے سے حاصل کرتے ہیں۔ ان اقلیتوں کے نمائندے ایوان سے میڈیا تک ہر جگہ دُہائی دے رہے ہیں کہ ہمارے نام پر لعنت کا یہ دھبہ نہ لگایا جائے۔ شراب ان کے مذہب میں بھی حرام ہے، وہ نہیں چاہتے کہ ان کے نام سے اسے فروغ دیا جائے۔ مگر ریاست کہتی ہے یہ بات کرنے والے سستی شہرت کے طالب ہیں، ریاست کا فرمان ہے کہ شراب پر پابندی کے بعد پابندیوں کا دَروازہ کھل جائے گا اور مزید شرعی قدغنوں کے مطالبے ہوں گے۔ اس لیے یہ ریاست شراب کو تحفظ دے گی تاکہ عوام کو مزید ''شریعت'' سے بچا سکے۔

اس ریاست کے حکمران کا کہنا البتہ یہ ہے کہ وہ اِس ریاست کو اُس ریاست جیسا بنانا چاہتے ہیں۔ کئی اَصحابِ تقدیس کا اِصرار ہے کہ حکمران کی تصدیق کی جائے اور کئی اَصحابِ فتویٰ کا فرمان ہے کہ شک کرنا، تنقید کرنا بس کفر سے تھوڑا سا ہی کم جرم ہے۔ آپ بتایئے کدھر کو جائیں؟......

ایک ریاست تھی......

ایک دن نماز کے بعد اِعلان ہوا فلاں بن فلاں گستاخ ہے۔ کون ہے جو اسے انجام کو پہنچا کر راحت رسانی کرے؟ ایک جماعت گئی اور حکم کی تعمیل کر آئی۔

چند دِن بعد پھر اعلان ہوا۔ فلاں بن فلاں گستاخ ہے۔ کون ٹھکانے لگا کر جنت لینے کا پروانہ لینے کا مشتاق ہے؟

کچھ خوش نصیب گئے۔ کام تمام کیا اور غبار آلود چہروں کے ساتھ واپس لوٹے۔ اِرشاد ہوا ’’اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہُ‘‘......

ایک عورت اِس جرم میں ماخوذ ہوئی۔ اُسے بھی معافی نہ ملی۔ مردوں کی طرح اَنجام کو پہنچائی گئی اور جہنم رسید کرنے والے نے قرب ومحبت کی سند پائی۔

اِس ریاست سے ایک دن تو گستاخی کے مجرم کے لیے ایسا امر صادر ہوا کہ قیامت تک کے لیے قانون کا رُتبہ پا گیا اور اس مسئلے کی حساسیت کو بھی واضح کر گیا۔ ایک گستاخ کعبۃ اللہ کے پردوں سے لپٹا ہوا زندگی اور معافی کی بھیک مانگ رہا لیکن اسے اتنی رعایت بھی نہ ملی کہ بیت اللہ سے گھسیٹ کر دور لے جایا جاتا اور اَنجام کو پہنچایا جاتا۔ اُسے اُسی مقام پر قرارِ واقعی سزا دے دی گئی۔

ایک ریاست ہے......

یہاں سزا یافتہ گستاخ کو ایک طے شدہ ڈرامے کے مطابق جرم سے براءت کی سند دے دی گئی۔ آئین اور معاہدے کے مطابق اس فیصلے پر نظر ثانی کے معاملے کو بھی وعدۂ فردا پر ٹال دیا گیا۔ جن سے معاہدہ کیا گیا اُن پر بغاوت اور دہشت گردی کے مقدمے بنا دیئے گئے۔ باقی سب خیریت ہے۔

لیکن......سب اس بات پر ایمان لائیے کہ یہ ریاست عنقریب ’’وہ‘‘ ریاست بننے والی ہے۔ یہی حکم ہے اور یہی فرمان۔ نہ ماننے والا نتائج کا خود ذِمہ دار ہوگا۔......

ایک ریاست تھی......

سود وہاں حرام تھا۔ سود کا ہر معاملہ منسوخ کر دیا گیا تھا۔ اسے اللہ و رسول سے جنگ کا نام دے دیا گیا تھا۔ اس کا ایک سکہ بھی جہنم کی آگ قرار دے دیا گیا تھا۔ اسے معیشت کی تباہی اور بربادی کا سبب بتا کر لوگوں کو اس سے بالکل دُور کر دیا گیا تھا اور اس کی ہر نوع پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

ایک ریاست ہے......

جہاں معیشت کا بنیادی پتھر ہی سود ہے۔ برباد شدہ معیشت کو اُستوار کرنے کے لیے جو حل تجویز کئے جا رہے ہیں وہ بھی سارے سود پر مبنی ہیں۔ ریاست کے آئین میں سود ممنوع ہے، عدالتی فیصلے کے مطابق بھی ناجائز ہے۔ لیکن حکمران اس بارے میں فیصلہ کرنا تو دور کی بات، سوچنے پر بھی آمادہ نہیں۔

ایک ریاست تھی......

وہاں حیاء کو اِیمان کا عالی مرتبہ شعبہ قرار دے کر معاشرے کی بنیادی ترجیحات میں شامل کر دیا گیا تھا۔

ایک ریاست ہے......

جہاں بے حیائی کا فروغ سرکاری ترجیحات میں شامل ہے اور اس پر عمل حکومت حاصل کرنے سے بھی کافی پہلے شروع کیا جا چکا ہے۔

اور ہاں!......ایک تصویر دیکھے بغیر تو ریاست اور ریاست کا یہ موازنہ اُدھورا رہ جائے گا۔

ایک ریاست تھی......

جھوٹے مدعیانِ نبوت کے خلاف جہاں سے ایک بہت بڑا لشکر نکلا تھا تاکہ انہیں تہہ تیغ کرے اور زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرے۔ زمانے کے سب سے پاکباز اور عظیم المرتبت لوگوں کا لشکر۔ گویا ریاست کا واضح اِعلان تھا کہ جھوٹی نبوت اور اسے ماننے والوں کے ساتھ اس ریاست کا صرف ایک ہی رشتہ اور تعلق ہے اور وہ ہے دشمنی کا۔ ان کے تئیں ریاست کی صرف ایک ہی پالیسی ہے اور وہ ہے خاتمے کی۔ اس ریاست کا واضح فیصلہ ہے کہ ایسے لوگ جو اسلام میں کسی دوسری نبوت کے قائل ہوں اس ریاست سے ذمی اور اقلیت کے حقوق نہیں لے سکتے۔ ذمی وہ کافر ہوتا ہے جو خود کو اسلام سے الگ مانتا ہے اور اپنی ایک الگ شناخت کا طالب ہوتا ہے خود کو مسلمان نہیں کہتا۔ یہ اس ریاست کی دائمی اور اٹل پالیسی تھی اس ریاست نے اس پالیسی پر بڑی عظیم قربانیاں پیش کیں اور اپنے منتخب ترین لوگ وارے۔

ایک ریاست ہے......

ہر روز منکرینِ ختم نبوت کے ساتھ اس کا ایک نیا تعلق سامنے آجاتا ہے۔ کبھی مشیروں کی بھرتیوں کے نام پر، کبھی خفیہ ملاقاتوں کی شکل میں۔ کبھی یقین دہانیوں اور وعدوں کی صورت اور کبھی ان کے مخالفین پر سخت شکنجوں کی پالیسی اپنا کر۔ سربراہِ ریاست کی زبان اس عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے لڑکھڑا جاتی ہے اور قدم پالیسیاں بناتے ہوئے۔

لیکن......ہم سب کہیں اور لازم ہے کہ کہیں......حکمران اِس ریاست کو اُس ریاست جیسا بنانے کے اِعلان میں سچے ہیں، مخلص ہیں اور سبقت لے جانے والے ہیں۔

یہی اعتدال ہے اور یہی عینِ انصاف۔ اس کے سوا جو سوچ اور نظریہ ہے وہ انتہا پسندی ہے اور ناقابل قبول ہے۔

کہیے کہیے! جلدی کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں زور سے کہلوایا جائے۔

جان کی امان پاؤں تو ایک مثال پر بات ختم کردوں۔

ہماری سرائیکی زبان میں مثل ہے۔ ترجمہ اس کا کچھ یوں ہے کہ:

''ہندو عورت کا محض نام ''غلام فاطمہ'' رکھ دینے سے ''تبدیلی'' نہیں آئے گی اس کا مذہب بھی بدلنا پڑے گا۔'' [بشکریہ القلم، ش:۶۷۳]

☆☆☆☆

جناب نثار معاویہ صاحب قسط:۳

سفرنامہ عمرہ

(۲۴/فروری) رات کو حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا کہ دن میں رش ہوتا ہے۔آپ صبح تین بجے حافظ حسین سومرو اور ناظم ایوب صاحب کو جگا کر ساتھ لے جائیں اور ریاض الجنۃ میں نفل پڑھنے میں معاونت کریں۔ میں نے صبح تین بجے انہیں جگایا۔ پھر ہم ۳:۳۰/ بجے صبح ہجوم میں سے جگہ بناتے بناتے ریاض الجنۃ کے حصہ تک پہنچ گئے۔ اتنے ہجوم میں اللہ کی خصوصی نصرت سے الحمدللہ بڑی سہولت سے جگہ بغیر کسی مشقت سے ملتی گئی اور جوں ہی مخصوص حصہ میں پہنچے تو اسی وقت وہاں ایک صاحب نفلوں سے فارغ ہو کر آگے چلے گئے اور ناچیز کو اس جگہ نفل پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چار نفل پڑھ کر دعا کی اور دوسرے لوگوں کو یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے جگہ دی اور وہاں سے آ گیا۔ حافظ حسین صاحب کو بھی عرض کر دیا تھا وہ بھی آ گئے، پھر ہم مسجد نبوی کے قدیم حصہ میں آ گئے جہاں اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چبوترہ والی جگہ پر چہل احادیث پڑھنے کی سعادت ملی تا کہ ان مقدس نفوس سے نسبت ہو جائے۔

(آج کل جہاں اَصحابِ صفہ کی طرف منسوب چبوترہ بنا ہوا ہے، تاریخ میں پڑھا ہے کہ یہ اصل جگہ نہیں ہے۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے بھی نشاندہی فرمائی۔ لوگوں کی معلومات کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے چھتریوں والے صحن میں جس ستون پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھ دوسرے ستون پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک لکھا ہوا ہے ان دو ستونوں کے آگے مسجد میں جو دو ستون ہیں ان کو دیکھیں تو ان پر باقی ستونوں کے علاوہ کھجوروں کی ٹہنیوں کا نقشہ بنا ہوا ہے۔ باقی ستونوں پر دوسرا ڈیزائن ہے۔ ترکوں نے اس بات کی نشاندہی کے لیے کہ اس وقت لوگ یہاں کھجوروں کی ٹہنیاں باندھ دیتے تھے ان میں سے کھجوریں گرتیں تو اصحاب صفہ اٹھا کر کھالیتے۔ ان ستونوں کی اس طرح نشاندہی کا انتظام فرما کر تاریخ میں محفوظ کر دیا۔)

الحمدللہ ان ستونوں سے اگلی صف میں چہل حدیث پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی جو جامعہ مظہریہ حسینیہ جنہان سومرو کے استاد مولانا محمد نذیر صاحب کی محنت سے ناچیز کے موبائل میں ڈاؤن لوڈ کر دی گئی تھیں۔ اس کے بعد فجر تک وہاں نفل اور تلاوت قرآن کی سعادت نصیب ہوئی۔ نماز فجر کے بعد رہائش گاہ واپس آئے۔ اس دوران ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔ ظہر کے بعد محترم حافظ مسعود صاحب (مدیر: ماہنامہ حق چار یار، لاہور) کے ساتھ مسجد قباء میں نوافل پڑھنے اور دیگر زیارتوں کا پروگرام تھا۔ وہ حسب پروگرام

آ گئے اور ہم ان کی گاڑی میں مسجد قباء میں حاضر ہوئے۔ وہاں نوافل پڑھے۔ وہاں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق اُن کے لیے دو نفل پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ اللہ قبول فرمائیں۔ وہاں سے فارغ ہوئے تو بارش تیز ہوگئی اور کسی اور جگہ نہ جا سکے۔ رہائش گاہ پر آ گئے اور آرام کے لیے سو گئے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ اس دن شدید بارش کے ساتھ زبردست ژالہ باری بھی ہوئی جس کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض گاڑیوں کے شیشے بھی ژالہ باری کی وجہ سے ٹوٹ گئے۔ ہم تو مسجد قبا سے واپس رہائش گاہ آ کر سو گئے تھے۔ عصر کے وقت مسجد نبوی میں گئے۔ اس وقت بارش کی شدت ختم ہو چکی تھی، لیکن وقفے وقفے سے ہوتی رہی۔ باقی دنوں میں بھی معمول کے مطابق حضرت اقدس کے ساتھ ناچیز کو تہجد سے لے کر باقی اوقات میں معیت نصیب ہوتی اور دیگر معمولات بھی حسب سابق رہے۔

(۲۶ رفروری) حضرت نے اچانک صبح فجر کی اذان سے قبل صرف آب زم زم پی کر روزہ کی نیت فرمالی جس کا بعد میں ناشتہ کے وقت علم ہوا۔ حضرت نے تھوڑا وقت آرام کیا اور ظہر کے وقت مسجد گئے۔ مغرب تک وہیں اپنے معمولات میں مصروف رہے۔ حرمین شریفین میں سوموار اور جمعرات کو روزہ کا معمول ہے۔ ہر طرف رمضان المبارک کی طرح دستر خوان لگائے جاتے ہیں۔ مدینہ والوں کی ایثار وقربانی کی آج بھی جھلک نمایاں ہے۔

اِس مرتبہ اُن کی تربیت کا ایک اور منفرد انداز دیکھنے کو ملا۔ مدینہ کے باسیوں نے اپنے چھوٹے بچے کو جس کی عمر پانچ یا چھ سال ہوگی، گلاس میں کھجوریں ڈال کر دیں کہ جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انہیں ایک ایک کھجور دے کر آؤ۔ تو اُس نے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ پھر اُس نے کہا دوسری صف میں لوگ رہ گئے ہیں انہیں بھی دے کر آؤ۔ وہ انہیں بھی پیش کر آیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد نا معلوم اس بچے کو اُنہوں نے کیا کہا، انہوں نے اس کی جیب سے اس بچے کی ذاتی ٹافیاں نکال کر گلاس میں ڈال دیں وہ بھی اسی طرح اس نے لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ اسے اپنی ٹافیاں تقسیم کرنے پر معمولی جھجک بھی نہیں ہوئی۔

یہ ایثار وقربانی کی تربیت کا منفرد منظر تھا جو مستقبل میں بچے کا دل میں خدمت اور ایثار کا یقیناً جذبہ اُجاگر کرے گا۔ اُسی دن عشاء کے بعد لاہور کے قاری شبیر صاحب نے اپنی رہائش گاہ خندق وردۃ مبارک کے نزد مسجد غمامہ جو کہ مسجد نبوی کے احاطہ کے گیٹ نمبر ۴۰ ر کے قریب ہے، ہماری دعوت کا اہتمام فرمایا تھا۔ کھانے کے بعد حضرت اقدس نے وہاں بیان بھی فرمایا۔

(یکم مارچ) صبح آٹھ بجے حافظ مسعود صاحب کے ساتھ زیارتوں کے لیے نکلے۔ انہوں نے ترکوں کے وقت کے ریلوے اسٹیشن کے سامنے ہوٹل پر پُر تکلف ناشتہ کرایا۔ پھر شہدائے اُحد کے مزار پر حاضری، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کنویں اور باغ کی زیارت اور اس کے ساتھ ہی ایک کھجوروں کی دکان

پرکولر میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کنویں کا پانی پینے کی سعادت ملی۔ انہوں نے بتایا کہ پمپ کے ذریعے پانی کنویں سے نکال کر یہاں کولر میں ڈال دیتے ہیں۔ افسوس ہوا کہ اس وقت کوئی بوتل ہمراہ نہ تھی ورنہ یہ تبرک بھی لے لیا جاتا۔ پھر غزوہ خندق کی جگہ، مسجد قبلتین کی زیارت اور نوافل کی ادائیگی کی سعادت ملی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہ کی رہائشی جگہ کی زیارت کی، جہاں باڑ لگا کر آثار قدیمہ کی نشاندہی کی گئی تھی۔

(۲/مارچ) تہجد کے لیے حسب معمول حضرت کے ساتھ مسجد نبوی میں حاضری کی سعادت ملی۔ الحمدللہ نماز فجر میں مسنون قراءت (سورۃ سجدۃ اور سورۃ الدھر) کی گئی۔ سنت پر عمل پیرا ہونے کی سعادت ملی۔ نماز فجر کے بعد حضرت شیخ، حافظ مسعود صاحب کے ساتھ بدر کے مقام پر تشریف لے گئے۔ ہم رہائش گاہ پر آ گئے۔ ناشتہ اور آرام کے بعد جمعہ کی تیاری کر کے دن ۱۱/بجے سے پہلے مسجد نبوی میں دوسری چھتریوں والے حصہ میں بیٹھ کر تلاوت قرآن کی سعادت ملی۔ جمعہ پڑھ کر واپس رہائش گاہ پر آ گئے۔ حضرت شیخ بھی جمعہ سے قبل بدر سے واپس آ گئے تھے۔ عصر سے قبل آرام کیا۔ پھر حضرت قاری رحیم داد صاحب کے ساتھ گئے۔ وہاں بیان تھا، عشاء کے بعد واپسی ہوئی۔

(۳/مارچ) تہجد کے لیے حسب سابق حضرت اقدس کے ساتھ مسجد نبوی میں حاضری کی سعادت ملی۔ میں نے تہجد کے وقت روضۂ رسول پر درود وسلام عرض کیا۔ نماز فجر کے بعد فوراً بعد ۷/بجے حضرت اقدس قاری رحیم داد صاحب کے ساتھ کار میں مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ بندہ ناچیز سمیت باقی احباب کو مکہ لے جانے کے لیے محترم شکیل نواز صاحب مکہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ حافظ مٹھا صاحب نے جدہ اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے ہاں جانا تھا۔ انہیں لینے کے لیے گاڑی آ گئی تھی۔ ان کا پروگرام دو دن وہاں قیام کا تھا۔ پھر مکہ ہمارے پاس آنے کا تھا۔ شکیل صاحب کے پہنچنے میں ابھی کچھ وقت تھا۔ ناچیز ۱۰ بجے پھر درود وسلام عرض کرنے کے لیے روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔

(کہتے ہیں آج سے ۸۰/سال قبل تک مسجد نبوی کے امام محرابِ عثمانی میں کھڑے ہو کر نماز کی امامت فرماتے تھے۔ پھر ائمہ کرام محراب عثمانی کے بجائے اُس سے آگے دوسرے محراب میں کھڑے ہونے لگے۔ آج کل پھر محراب عثمانی میں امام کھڑا ہو کر امامت کراتا ہے۔ آگے والا حصہ خالی ہوتا ہے۔ وہ صرف درود وسلام عرض کرنے والوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پہلے نمازیوں کی وجہ سے اور نوافل پڑھنے والوں کی وجہ سے درود وسلام عرض کرنے کے لیے زیادہ وقت مل جاتا تھا۔ اب انتظامیہ کو جب انتظامی امور میں خلل کا خطرہ ہوتا ہے وہ وہاں رکنے نہیں دیتے۔ چلتے چلتے صلوٰۃ وسلام عرض کرنے یا معمولی کھڑا ہونے کا موقع ملتا

ہے۔لیکن الحمدللہ رش کے اوقات کے علاوہ آدمی چلا جائے تو جی بھر کر صلوٰۃ وسلام اس عقیدہ سے عرض کر سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں اور میری گزارشات کو سن بھی رہے ہیں، اور دیکھنے کے ساتھ جواب بھی دے رہے ہیں، اور جن احباب نے صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا کہا ہوتا ہے ان کی طرف سے سلام عرض کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

کسی جگہ پڑھا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سلام عرض کرنے کے بعد آدمی دوبارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سامنے آئے اور ایک بار یہ آیت تلاوت کرے۔(اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ان اللہ وملٰئکتہٗ ______ یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما) اس کے بعد ۷۰ مرتبہ یہ درود شریف پڑھے (صلی اللہ علیک یارسول اللہ)

روایت میں ہے کہ جو شخص اس طرح کرے گا تو فرشتہ اس کو پکارے گا صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک یا فلان (اور اس کی حاجتیں پوری کی جائیں گی) الحمدللہ ناچیز کو بھی کئی بار اسی طرح پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اللہ قبول فرمائے۔مدینہ منورہ میں جو سکون اور روحانی لذت ہے وہ بیان کرنے کی ناچیز میں استطاعت نہیں۔کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ ارض مقدس ہے یہ طیبہ کی زمیں ہے
جس نے نہ کیا ہو گنبد خضریٰ کا نظارہ
اے خاک مدینہ تیرے اعجاز کے صدقے
لوگوں کا عقیدہ ہے اور اپنا بھی یقیں ہے
جنت بھی یہیں مالکِ جنت بھی یہیں ہے
وہ آنکھ حقیقت میں کوئی آنکھ نہیں ہے
جو فرش نشیں ہے یہاں وہ عرش نشیں ہے
جو شے ہے مدینے میں کہیں اور نہیں ہے

دن ۱۲/ بجے شکیل صاحب ہمارے ہوٹل پر گاڑی لے کر پہنچ گئے۔ہم نے سامان پہلے ہی نیچے اتارا ہوا تھا۔گاڑی میں سامان رکھا اور ناظم ایوب صاحب، حافظ حسین سومرو صاحب، یامین سومرو صاحب اور ان کی اہلیہ اور ناچیز دل میں ہزاروں حسرتیں اور غم لیے ہوئے اس مقدس سرزمین کو چھوڑنے پر مجبور ہو کر مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔۱۲:۲۵/ پر مسجد بئر علی ذو الحلیفہ میقات پر پہنچے۔وضو کیا، احرام باندھا۔۱۲:۳۵/ پر

ظہر کا وقت شروع ہوتا تھا، تھوڑا انتظار کیا، وقت داخل ہونے پر نوافل اور نماز پڑھی۔ عمرہ کی نیت کی۔ ناچیز نے الحمدللہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ، قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نوراللہ مرقدہ، ان کی اہلیہ رحمہا اللہ، حضرت شیخ دامت برکاتہم کے والدین اور حضرت کے مرحوم بہنوئی قاضی لطیف سومرو رحمہ اللہ کے ایصال ثواب کی نیت کی۔

حضرت شیخ دامت برکاتہم کو اپنے مرحوم بہنوئی سے بہت محبت تھی جس کا کئی مرتبہ ناچیز کو بھی مشاہدہ ہوا۔ ناچیز نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جو واقعہ اپنی کتاب ''حسین یادیں'' میں لکھا ہے طوالت کے خوف سے یہاں اس کا صرف آخری مصرع عرض کرتا ہوں۔ فرمایا: ''جدھے نال نائیے یاری، اوید ے کیتویاں نوں وی جی کریئے'' (یعنی جس کے ساتھ تعلق اور دوستی ہو اس کے کتوں کا بھی ادب کریں) یہ تو پھر بھی حضرت کے بہنوئی تھے۔ اس لیے ان کے ایصال ثواب کے لیے بھی نیت کی۔ اللہ قبول فرمائیں اور ان سب کے درجات بلند فرمائیں (آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

شام چھ بجے سے قبل مکہ کے نواح میں پہنچ گئے۔ نماز عصر ادا کی اور چونکہ شکیل صاحب گاڑی بطور ٹیکسی چلاتے تھے اور راستے میں گرد و غبار اور کیڑوں مکوڑوں کے نشانات گاڑی کی باڈی پر نمایاں تھے اور اندرون شہر گاڑی کو اس حالت میں لے جانا خلاف قانون تھا، اِس لیے انہوں نے سروس اسٹیشن پر باہر سے گاڑی کی سروس کرائی اور ہم ۶/بجے کے قریب رہائش گاہ پر مکہ مکرمہ پہنچے۔ سامان رکھا۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم پہلے سے وہاں موجود تھے۔ انہوں نے آکر دن ۱۲/بجے کے قریب عمرہ شروع کیا۔ سعی کے تیسرے چکر میں ظہر کی نماز پڑھی۔ اُن کے ساتھ قاری رحیم داد صاحب تھے۔ ہم نے مغرب کی نماز رہائش گاہ پر پڑھی، پھر عمرہ کے لیے حرم شریف حاضر ہوئے۔ ۷:۴۵/پر عمرہ کے طواف کا آغاز کیا اور آدھے گھنٹے بعد جب عشاء کی اذان شروع ہوئی تو الحمدللہ ہمارا آخری چکر تھا۔ الحمدللہ عمرہ کا طواف مکمل ہوا تو جماعت وقت ہوگیا۔ حجرِ اَسود اور ملتزم کے درمیانی جگہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر دوگانہ طواف اور دعا کا موقع بھی وہیں میسر آیا۔ پھر زمزم پیا اور سعی کے لیے صفا مروہ کی طرف آ گئے۔ الحمدللہ ۹/بجے سعی سے فارغ ہو گئے۔

(۴/مارچ) تہجد کے وقت حسب معمول حضرت شیخ دامت برکاتہم کے ساتھ حرم شریف میں حاضری کی سعادت ملی۔ نماز فجر کے بعد شرکہ مکہ ٹاور کے سامنے صحن میں حضرت شیخ کے ساتھ چائے پی۔ حضرت نے کسی کو وقت دیا ہوا تھا، کچھ دیر بعد اُن کا فون آ گیا اور حضرت نیچے پارکنگ میں چلے گئے اور میں رہائش گاہ آ گیا۔ ناشتہ کے بعد آرام کیا، پھر حرم شریف آ گیا۔ باقی دن کے معمولات حسب سابق ہی تھے۔

حضرت شیخ دامت برکاتہم کی غیر موجودگی میں خیال انہی کی طرف رہتا تھا۔ حضرت عشاء کی نماز کے بعد تشریف لائے اور انہیں جو ہدایا ملے تھے وہ ہم خدام میں تقسیم فرما کر ہمیں بھی ان میں حصہ دار بنایا۔ کچھ دیر بعد حافظ مٹھا صاحب بھی جدہ سے تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد عمرہ کے لیے چلے گئے اور ہم سو گئے۔

(۵/مارچ) تہجد کے وقت حسب معمول حضرت کے ساتھ گیا پھر نماز فجر کے بعد ہوٹل۔ ظہر کے بعد حضرت کہیں تشریف لے گئے۔ عصر کے بعد ساتھی خریداری کے لیے گئے۔ میں حرم شریف میں آ گیا۔ الحمدللہ مغرب سے پہلے دوسری منزل میں دو طواف کرنے کی سعادت ملی۔ مغرب اور عشاء حرم کے سامنے صحن میں پڑھنے کی سعادت ملی۔ عشاء کے بعد ہوٹل آیا۔ حضرت بھی تشریف لے آئے تھے۔

(۶/مارچ) حسبِ معمول تہجد کے وقت حضرت شیخ کے ساتھ حرم میں حاضری کی سعادت ملی۔ نمازِ فجر کے بعد ناظم ایوب صاحب اور حافظ حسین سومرو کے ساتھ بیٹھے تھے۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا یہ سب آپ کی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا سامان ہدیہ کے طور پر عطا فرمایا۔ ناچیز نے عرض کرنے کی جسارت کی: حضرت! ہماری کیا برکت ہے، یہ سب مدنی سلسلہ کے فیض کی وجہ سے ہے۔ مزید عرض کیا کہ یہ مدنی فیض ہی ہے کہ آپ نے ہم خدام کو اِن ہدایا میں شریک فرمایا ورنہ ملتا تو سب کو ہے، لیکن اِس طرح خدام میں تقسیم کا حوصلہ صرف مدنی فیض کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے حضرت قائد اہل سنت نور اللہ مرقدہ کی شفقت کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ لوگ اُن کے واقعات سن کر حیران ہوتے تھے تو ہمارے ساتھی کہا کرتے تھے کہ: لوگوں کے پیر مریدوں سے ہدایا لیتے ہیں اور ہمارے پیر مریدوں کو ہدایا دیتے ہیں۔ یہی مدنی سلسلہ کی خصوصیت اور امتیاز ہے۔

حضرت کے سامنے تو مزید جسارت نہ کر سکا بعد میں ساتھیوں کے سامنے واقعہ بیان کیا کہ سنا ہے جب حاتم طائی کے بیٹے نے مسلمانوں کو بتایا کہ ان کا والد بہت سخی تھا۔ اس کے محل کے آٹھ دروازے تھے۔ سائل ایک دروازے سے داخل ہوتا تو والد صاحب اس کو دیتے۔ اگر وہ سائل اسی طرح دوسرے دروازے سے اور اگر بعد میں آٹھوں دروازوں سے ہو کر بھی آتا تو حاتم طائی انکار نہ کرتا بلکہ آٹھوں مرتبہ اس کی امداد کرتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سنا تو فرمایا: یہ بھی کوئی سخاوت ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو ایک مرتبہ آتا ہے اس کو دوسری مرتبہ آنے کی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ ہمارے مدنی سلسلہ کے فیض کی بھی یہی خصوصیت ہے جو آپ کو کسی دوسرے کے ہاں نہیں ملے گی۔ (جاری)

☆......☆......☆......☆

ابن احمد قسط ۳

مفتی محمد زاہد صاحب فیصل آبادی......افکار و نظریات

صحابیٔ رسول سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے نظریات

مولانا سید سلمان حسینی ندوی اور مولانا مفتی محمد زاہد: مودودیت و ذہنی آوارگی کا تسلسل!

گزشتہ اوراق میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ عدالتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مشاجراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا کیا موقف اور نظریہ ہے، ایسے میں ہندوستان (ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے معروف عالم جناب مولانا سید سلمان حسینی ندوی صاحب کی بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت ایسی ہفوات اور ہرزہ سرائیاں سامنے آئی ہیں کہ خوفِ خدا رکھنے والا ایک ادنیٰ مسلمان اس کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے، گم راہی، لامذہبیت، ذہنی آزادی اور فکری بے راہ روی کا یہ سلسلہ روز افزوں ترقی پذیر ہے، کچھ بعید نہیں کہ ان حالات میں ناپختہ ذہن علماء، بے چارے طلباءِ علومِ دینیہ اور سادہ لوح عوام تحقیق اور آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر اسلام کی چُولیں ہلانے والے ان نام نہاد داعیانِ اتحاد اور علمبرداران امن شاطر اور بے باک محققین کے جال میں پھنس جائیں، اس لیے ایسے حالات میں متلاشیانِ حق و رہروانِ علم کو چاہیے کہ خود کو اسلافِ امت اور اکابر و مشائخ اہل السنۃ و الجماعۃ سے وابستہ رکھیں، نیز امت کے مقتدر علماء و اکابر اس فتنۂ ضالہ مضلہ کا مکمل تعاقب کریں، تاکہ امتِ مرحومہ مظلومہ کے ایمانیات و اعتقادات کا تحفظ ہو سکے۔

دفاعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دار العلوم دیوبند کا حالیہ احسن اقدام:

مولانا ندوی کی ان کی گمراہیوں اور یاوہ گوئیوں پر اس کشیدہ اور ناگفتہ بہ صورتِ حال کی حساسیت و اہمیت کا ادراک و احساس کرتے ہوئے اکابر دار العلوم دیوبند نے اپنے ماہنامہ ’’دار العلوم‘‘ کے ابھی حال ہی کے شمارہ ماہ نومبر و دسمبر ۲۰۱۸ء میں اس حوالے سے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے، جو ہم طالبانِ ہدایت اور جویانِ حق کے لیے ایک عظیم نمونہ اور نعمتِ عظمیٰ و غنیمتِ کبریٰ ہے، جس سے ہمارے اس کام کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے، کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے پھیلائی گئی گم راہیوں کا سدِّ باب کس قدر ضروری اور اہم ہے، برائے افادہ مدیر مجلّہ مولانا محمد سلمان بجنوری مدظلہم کے تعارفی کلمات پیش خدمت ہیں:

’’دو مہینے کا یہ مشترکہ شمارہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق مضامین پر مشتمل ہے، جس کا

مقصد اس موضوع پر اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش کرنا ہے، اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ایک معروف ادارے کے ایک قدیم استاذ اور معروف عالم دین نے مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر گفتگو کرتے ہوئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جو ہمارے تمام اکابر و اسلاف اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف سے متصادم ہیں، اس سے اہل حق کے حلقوں میں بے چینی پیدا ہوئی، اور خود ان کے اپنے ادارے نے بجا طور پر اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ان خیالات سے براءت کا اظہار کیا، اگرچہ عام طور پر ذمہ دار شخصیات اور اداروں نے سکوت اختیار کرنا مفید سمجھا (جیسے ہمارے ہاں حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب کے معاملے پر سبھی زبانیں خاموش ہیں۔[ابن احمد]) مگر بعض اہل علم کی جانب سے تحریری یا زبانی تردید کے جواب میں مولانا موصوف کی جانب سے اپنے خیالات پر اصرار جاری رہا، بلکہ مزید شدت کے ساتھ بعض غلط باتیں پیش کی گئیں، ایسی صورت حال میں خطرہ یہ ہے کہ چونکہ یہ خیالات کسی غیر سنی شخص کی جانب سے نہیں، بلکہ اہل السنۃ کے ایک ذمہ دار ادارے کے ایک استاذ کی جانب سے سامنے آئے ہیں، تو کہیں ہمارے اپنے لوگوں میں جو ناپختہ ذہن ہیں، وہ گم راہی کا شکار نہ ہو جائیں، (بالکل انہی خدشات و خطرات کا اظہار بندہ اپنے پہلے تمہیدی مضمون میں کر چکا ہے۔[ابن احمد]) اس لیے ضروری ہے کہ اس بارے میں اہل حق کا موقف واضح کر دیا جائے، اس مقصد کے لیے چند اہم مضامین اور یہ سطور پیش خدمت ہیں، واضح رہے کہ اس چیز کا تعلق کسی خاص ادارے یا شخصیت سے نہیں ہے، بلکہ یہ اہل السنۃ کے تمام اداروں اور شخصیات کا متفقہ معاملہ ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسے خیالات کسی کی جانب سے بھی آئیں گے، تو ان کی تردید کرنا ہمارا ایمانی فریضہ ہوگا، اس لیے اس کو تعصب اور تنگ نظری کی عینک سے دیکھنے کے بجائے حق پسندی کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین۔''

[ماہنامہ دار العلوم، شمارہ: نومبر و دسمبر ۲۰۱۸ء، ص:۳۰]

وہ احباب جنہیں حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب کی بابت ہمارے اس اقدام پر اشکال و اعتراض ہے، اور ہماری ان معروضات و گزارشات پر وہ سیخ پا اور برہم ہو رہے ہیں، مولانا محمد سلمان بجنوری کی مذکورہ بالا آخری سطور مکرر سہ کرر ملاحظۂ اقدس سے گزاریں۔ قارئین اسی پس منظر میں سابقہ اور آئندہ آنے والی عبارات پر غور فرمائیں۔

اہل السنۃ کے مسلکِ اعتدال پر مزید چند تصریحات:

زیر بحث مسئلہ سے متعلق چند تصریحات مزید ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابن حجر ہیثمی مکی رحمہ اللہ تعالی کی وضاحت:

علامہ ابن حجر ہیثمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اولاً یہ اشکال نقل فرمایا کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک امام برحق اور خلیفۂ راشد امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اوران سے جنگ کی، یہ بات ان کی شان میں کمی واقع کرتی ہے اور گویا یہ ان کے لیے ایک نقص اور عیب ہے، اس اشکال کے جواب میں علامہ ابن حجر هیثمی مکی تحریر فرماتے ہیں:

” والجواب أنّ ذلك لايكون قادحاً فى معاوية رضى الله عنه الا لوفعله من غير تأويل محتمل و قد تقرر المرة بعد المرة أنّه لتأويل محتمل ، بنصّ كلام على كرم الله وجهه و انه من اهل الاجتهاد ، و غايته أنه مجتهد و مخطئى و هو مأجور غير مأزور ، على أن تخصيص معاوية بهذا تحكم غير مرضى لأنه لم ينفرد به ، بل وافقه عليه جماعات من أجلاء الصحابة و التابعين رضى الله عنهم ، كما يعلم من السير و التواريخ ، و سبقه الى مقاتلة على من هو أجل من معاوية كعائشة و الزبير و طلحة و من كان معهم من الصحابة فقاتلوا علياً يوم الجمل ، حتى قتل طلحة ، و ولى الزبير ثم قتل مر كون على منع ورثة عثمان من قتل قاتليه و هو تأويل معاوية بعينه فكما أن اولئك الصحابة الأجلاء استباحوا قتال على رضى الله عنه بهذا التاويل فكذالك معاوية رضى الله عنه و أصحابه استباحوا قتاله ، يعنى بهذا التأويل و مع استباحتهم لقتال على ، اعتذر على عنهم نظراً لتأويلهم الغير القطعى البطلان ، فقال: اخواننا بغو علينا ، أخرجه ابن أبى شيبة بسنده......فسماهم اخوانه فدل على ابقاء اسلامهم بل كمالهم و أنهم معذورون فى مقاتلتهم له...... فتأمل ايها الموفق حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم على البغاة و حكم على على مقاتليه و حكم ابن عباس رضى الله عنهما على من ذكر ، تعلم أن ذلك كله صريح لايقبل تأويلا فى اسلام أولئك المقاتلين لعلى غير الخوارج و أنهم باقون على كمالهم و أنهم معذورون فى اجتهادهم الحامل لهم على قتال على و أنهم كانوا مخطئين فيه و لو اقتضى قتالهم هذا اثما عليهم و نقصاً فى رتبتهم لعاقبهم على عليه بعد انقضاء القتال، و ليس الأمر كذلك بل لم يتعرض بعد القتال لأحد من مقاتليه بوجه من الوجوه بل قابلهم بغاية الحلم و الاحسان و نهاية السلم و الامتنان...... فانهم غير ملومين على قتالهم لعلى و ان كانوا بغاة عليه نظراً لاجتهادهم و تأويلهم...... و قد صح فى الأحاديث الكثيرة أنه صلى الله عليه وسلم قال بحضرة الجم اظهاراً لمنقبة ولده الحسن رضى الله عنه و عن أهل بيته ، ان ابني هذا سيد و سيصلح اللّٰه به بين فئتين عظيمتين من المسلمين ، و هما فئة الحسن و أبيه و فئة معاوية فحكم رسول الله صلى الله عليه وسلم على كل من الفئتين بالاسلام و ذلك صريح فى بقاء هم أجمعين على كمالهم و أنهم معذورون فيما صدر عنهم و ان كان الامام الحق هو علي كرم الله وجهه...... و مع ذلك عذرهم لعلمه أنهم آئمة فقهاء و بقوله صلى الله عليه وسلم : اذا اجتهد الحاكم و أصاب فله أجران و اذا اجتهد و أخطأ فله أجر واحد فعلي رضى الله عنه مجتهد مصيب فله أجران بل عشرة أجور كما فى رواية و مقاتلوه كعائشة و طلحة و الزبير و معاوية و عمر بن العاص و من تبعهم من الصحابة الكثيرين من أهل بدر و غيرهم مجتهدون غير مصيبين فلهم أجر واحد...... فان قلت جاء فى الأحاديث

الکثیرة کما مر بیانها أنّ عماراً تقتله الفئة الباغیة و قاتلوه من فئة معاویة فلزم أنهم الفئة الباغیة قلنا نحن لاننکر ذلك کما قررناه و بیناه مع بیان أنهم مؤولون و أن البغاة المجتهدین الذین لهم تأویل غیر قطعی البطلان لاحرج علیهم بل هم مأجورون یثابون و ان کان تأویلهم فاسد......بل الواجب علی کل مسلم أن یعتقد أن علیاً هو الامام الحق و أن مقاتلیه بغاة علیه و أن کلا من الفئتین معذور مثاب مأجور ، و من تشکك فی شيء من ذلك فهوضال جاهل أو معاند فلایلتفت الیه و لایعول علیه ".[تطهیر الجنان مع الصواعق المحرقة،ص۳۵ تا ۳۸،ط:استنبول]

ترجمہ: جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، اِلّا یہ کہ وہ یہ کام بغیر کسی تاویل محتمل کے کرتے۔اور یہ کئی مرتبہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک تاویلِ محتمل کی بناء پر یہ کام کیا تھا، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مجتہد تھے، غایت یہ ہے کہ وہ مجتہدِ مخطی تھے، بہر حال وہ مستحقِ ثواب ہیں، نہ کہ گنہگار، علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص ایک صریح نا انصافی ہے، کیونکہ وہ اس بات میں اکیلے نہیں ہیں، بلکہ بہت بڑے بڑے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اس میں ان کے موافق ہیں، جیسا کہ سیر و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وہ لوگ لڑ چکے تھے، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بلند مرتبہ تھے، مثل ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والے صحابہ رضی اللہ عنہم، یہ سب لوگ واقعۂ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے، یہاں تک کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں قتل کر دیے گئے، اور تاویل ان لوگوں کی یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وارثانِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قاتلانِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے سے روک دیا تھا، بالکل یہی تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی تھی، پس جیسا کہ ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بوجہ اس تاویل کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا جائز سمجھ لیا تھا، اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے بھی اسی تاویل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا جائز اور مباح سمجھ لیا تھا، باوجودیکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا جائز سمجھتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں معذور سمجھا کیونکہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہ تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں نے ہم سے بغاوت کی ہے، اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے،......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا بھائی کہا، اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اسلام بلکہ کمالِ اسلام باقی ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں معذور تھے......

پس اے صاحبِ توفیق! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو جو باغیوں کے متعلق ہیں اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کو باغیوں کی بابت غور کر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ بیان کیا،

اس پر غور کر، تجھے معلوم ہوجائے گا کہ یہ بات بالکل صریح ہے، اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی کہ خوارج کے علاوہ جس قدر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے وہ سب مسلمان تھے اور اپنے مرتبۂ کمال پر باقی تھے، اور جس اجتہاد نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے پر راغب کیا وہ اس میں معذور تھے، اور وہ لوگ اس اجتہاد میں خطا پر تھے، اور اگر اس لڑائی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا گناہ یا ان کے رتبہ میں کسی قسم کا نقص عائد ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑائی ختم ہونے کے بعد ضرور ان پر عتاب کرتے، حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ لڑائی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی لڑنے والے سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ ان سے نہایت حلم اور احسان اور صلح و امتنان کے ساتھ پیش آئے۔......پس اب ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے باعث کوئی ملامت نہ رہی، اگرچہ وہ لوگ (صورۃً) باغی تھے، مگر مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے۔......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے روبرو اپنے صاحبزادہ حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کمالِ اسلام پر قائم تھے، اور جو کچھ ان سے خلاف صادر ہوا اس میں وہ معذور تھے، گو امامِ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں......

باوجود اس کے پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو معذور سمجھا، بوجہ اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ لوگ امام ہیں، فقیہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماچکے تھے کہ جب مجتہد سے اجتہاد میں غلطی نہ ہو تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر اس سے غلطی ہوجائے تو صرف ایک ہی ثواب ملے گا، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد غیر خاطی تھے، لہٰذا ان کو دوگنا بلکہ دس گنا ثواب ملے گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے مثل عائشہ اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ اور عمرو بن عاص اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے جو ان کے ہم راہ تھے، جن میں اہلِ بدر بھی شامل تھے، مجتہدِ خاطی تھے، لہٰذا ان کو ایک ہی ثواب ملے گا، وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں (صورۃً) باغی تھے......اگر کہو کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گروہ باغی قتل کرے گا اور ان کے قتل کرنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والے تھے، پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے لشکر والے باغی تھے، تو ہم جواب دیں گے کہ ہم اس کا انکار نہیں کرتے جیسا کہ اوپر بیان کرچکے ہیں اور یہ بھی بیان کرچکے ہیں کہ وہ لوگ تاویل کرتے ہیں اور جو باغی کہ مجتہد ہوں اور ان کی تاویل قطعی البطلان نہ ہو، وہ گنہگار نہیں ہوتے بلکہ وہ مستحقِ ثواب ہوتے ہیں، گو ان کی تاویل فاسد ہو......بلکہ ہر مسلمان پر واجب اور ضروری ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امامِ برحق ہیں اور ان سے لڑنے والے (صورۃً) باغی ہیں اور دونوں معذور ہیں، ماجور اور مستحقِ ثواب ہیں، جو اس میں ذرا بھی شک کرے وہ گم راہ

اور جاہل ہے یا معاند اور ہٹ دھرم ہے، لہٰذا اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور نہ اس کا اعتبار کیا جائے۔

[ترجمہ از مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ، (بتغیر یسیر)، تنویر الایمان، ۸۴تا۹۲، المکتبة العربیة، لاہور]

علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ''الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر'' میں تحریر فرماتے ہیں:

" المبحث الرابع فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابة و وجوب اعتقاد أنهم مأجورون، و ذلك لأنّهم کلهم عدول باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن و من لم یلابسها کفتنة عثمان و معاویة و وقعة الجمل و کل ذلك وجوباً لاحسان الظن بهم و حملاً لهم فی ذالك علی الاجتهاد فان ذلك أمور مبناها علیه و کل مجتهد مصیب أو المصیب واحد و المخطیء معذور بل مأجور قال ابن الأنباری و لیس المراد بعدالتهم ثبوت العصمة لهم و استحالة العصمة منهم و انما المراد قبول روایاتهم لنا أحکام دیننا من غیر تکلف ببحث عن أسباب العدالة و طلب التزکیة و لم یثبت لنا الی وقتنا هذا شیئ یقدح فی عدالتهم و لله الحمد فنحن علی استصحاب ما کانوا علیه فی زمن رسول الله صلی الله علیه و سلم حتی یثبت خلافه و لا التفات الی ما یذکره بعض اهل السیر فان ذلك لا یصح و ان صح فله تأویل صحیح و ما أحسن قول عمر بن عبدالعزیز رضی الله عنه تلك دماء طهر الله تعالی منها سیوفنا فلانخضب بها ألسنتنا و کیف یجوز الطعن فی حملة دیننا و فیمن لم یأتنا خبر عن نبینا الا بواسطتهم فمن طعن فی الصحابة فقد طعن فی نفس دینه فیجب سد الباب جملة واحدة لا سیما الخوض فی أمر معاویة و عمرو ابن العاص و أضرابهما و لاینبغی الاغترار بما نقله بعض الروافض عن أهل البیت من کراهیتهم فان مثل هذه المسئلة منزعها دقیق و لایحکم فیها الا رسول صلی الله علیه وسلم فانها مسئلة نزاع بین أولاده و أصحابه قال الکمال ابن أبی شریف و لیس المراد بما شجر بین علی و معاویة المنازعة فی الامارة کما توهمه بعضهم و انما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان رضی الله تعالی عنه الی عشیرته لیقتصوا منهم لان علیا رضی الله عنه کان رآی ان تأخیر تسلیمهم أصوب اذ المبادرة بالقبض علیهم مع کثرة عشائرهم و اختلاطهم بالعسکر یؤدی الی اضطراب أمر الامامة العامة......و رآی معاویة ان المبادرة الی تسلیمهم للاقتصاص منهم أصوب فکل منهما مجتهد مأجور فهذا هو المراد بما شجر بینهم .[۷۷/۲، ط: مصر، ۱۳۵۱ھ]

ترجمہ: بحث چوالیس: اس بات کے بیان میں کہ مشاجراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کفِ لسان (منہ بند رکھنا) واجب ہے اور اس اعتقاد کے وجوب کے بیان میں کہ وہ مستحقِ اجر وثواب ہیں، کیونکہ باتفاقِ اہل السنۃ والجماعۃ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں، چاہے وہ مبتلائے فتن ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، جیسا کہ فتنۂ حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اور واقعۂ جمل، اور یہ سب ان سے حسنِ ظن کے

واجب ہونے اور انہیں اجتہاد پر محمول کرنے کی وجہ سے ہے، کیونکہ ان تمام محاربات و معاملات کی بنا اجتہاد پر ہے، ہر مجتہد حق پر ہوگا یا ایک حق پر ہوگا اور مجتہد مخطی معذور بلکہ مأجور (مستحقِ اجر) ہے، ابن الانباری فرماتے ہیں: عدالتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مراد ان کے لیے عصمت کا ثبوت اور ان سے عصمت کا محال ہونا نہیں ہے، بلکہ مراد ان کی روایات کا قبول کرنا ہے، ہمارے لیے احکامِ دین کافی ہیں، اس تکلف میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کے اسباب اور تزکیہ کی طلب وجستجو کی جائے، اور ہمارے سامنے اب تک ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے جو ان کی عدالت کو داغ دار کرے، ہم اسی حال کا اعتقاد رکھتے ہیں جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے، حتی کہ اس کے خلاف کوئی بات ثابت ہو جائے، بعض اصحابِ سیر نے جو ذکر کیا ہے وہ قابلِ التفات نہیں، نہ ہی درست ہے، اگر درست ہو بھی تو اس کی کوئی مناسب تاویل ہوگی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالی کا کیسا خوب صورت فرمان ہے کہ: ''**تلک دماء طهر الله تعالی منها سیوفنا فلانخضب بها ألسنتنا**'' یعنی یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالی نے ہماری تلواروں کو پاک رکھا ہے، پس ہم اپنی زبانوں کو بھی ان سے آلودہ نہ کریں، ان پر طعن کیسے روا ہو سکتا ہے؟ جو ہمارے دین کے حاملین و ناقلین ہیں اور جن کے واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خبر اور بات ہم تک نہیں آئی، لہٰذا جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیا، گویا اس نے خود دین ہی میں طعن اور نقد کیا، لہٰذا اس کا مکمل سدِّ باب واجب اور لازم ہے، خصوصاً حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اور ان کی مثل دیگر حضرات کے امور میں غور وخوض کرنا (اس کا راستہ روکنا ضروری ہے)، اور نہ ہی اس سے دھوکے میں آنا چاہیے جو بعض روافض نے حضرات اہل بیت کی ان حضرات سے کراہیت و عداوت نقل کی ہے، ایسے مسائل کا محل نزاع دقیق (باریک) ہے، نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے کوئی فیصلہ فرمایا ہے، بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُولاد اور اُصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین نزاعی واختلافی مسئلہ ہے، کمال بن اُبی شریف فرماتے ہیں: کہ مشاجراتِ سیدنا علی و سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما سے مراد امامت وحکومت میں جھگڑا نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے، قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے خاندان کے لوگوں کے سپرد کرنے کے سبب تھا، تاکہ وہ ان سے قصاص لے سکیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلین کی سپردگی میں تاخیر زیادہ درست سمجھتے تھے، کیونکہ ان قاتلین کی کثرت اور لشکر میں ملے ہونے کی وجہ سے ان کی گرفتاری میں جلد بازی حکومتِ عامہ میں اضطراب وخلل کا باعث ہو سکتا تھا...... اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ قاتلین کو خاندانِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جلد از جلد سپرد کر دینا زیادہ صحیح اور موزون ہے، پس ان میں سے ہر ایک مجتہد تھا اور ماجور (مستحق ثواب)، ان کے باہمی مشاجرات واختلافات سے یہی مراد و مقصود ہے۔ (جاری ہے۔۔۔) ☆☆

مفتی رب نواز حفظہ اللہ قسط:۳

زبیر علی زئی کا تعاقب......ایک صفحہ کی جوابی کاوش کا تحقیقی جائزہ

زبیر علی زئی:

اسی ایک حوالے [۴۷۷] سے آپ رب نوازی اعتراضات [۴۷۸] وتحریرات کا ''علمی مقام'' اور حیثیت بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ آلِ دیوبند [۴۷۹] کے پاس آخر ہے کیا؟ جھوٹی باتیں، اکاذیب، افتراءات، مغالطات [۴۸۰] اور وحید الزمان [۴۸۱] حیدر آبادی (متروک) عنایت اللہ گجراتی (ضال مضل، منکر [۴۸۲] حدیث، جو کہ اہلِ [۴۸۳] حدیث بالکل نہیں تھا) اور فیض عالم [۴۸۴] صدیقی (ناصبی) وغیرہم کے متروک و شاذ [۴۸۵] حوالے!

بس ایسی حرکتوں اور چالوں کے ذریعے سے آلِ دیوبند اپنی ڈوبتی [۴۸۶] ہوئی کشتی کو بچانا چاہتے ہیں۔ واللہ من ورائھم محیط [۴۸۷]۔ [۲۶/مارچ ۲۰۱۳ء]

الجواب:

۴۷۷

اِس حوالے سے مراد وہ حوالہ ہے جو بندہ نے علی زئی صاحب کو عربی میں کمزور بتانے کے لیے ان کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے لکھا تھا:

''المنسوب الی الامام ابو حنیفۃ'' [علمی مقالات:۱/۹۰]

علی زئی اس کے جواب سے عاجز رہے ہیں دیکھئے حاشیہ:۴۷۲

وہاں حاشیہ:۴۷۲ میں علی زئی صاحب کے عربی میں کمزور ہونے پر کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کا اعتراف بھی درج ہے۔

جب علی زئی صاحب اپنے اوپر عربی میں کمزور ہونے کا الزام رفع نہیں سکے بلکہ اُلٹا ان کے ہم مذہب سنابلی کی گواہی اُن کے عربی میں کمزور ہونے پر موجود ہے تو اُن کی طرف سے ''اسی ایک حوالے سے آپ...'' کہنے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

علی زئی صاحب نے لکھا تھا اگر مکمل مضمون نقل کر کے ہر مطلوبہ بات کا جواب نہ دیا جائے تو وہ جواب نا قابلِ سماعت اور مردود ہوگا۔ [توضیح الاحکام:۱/۳۴۳]

علی زئی نے میرے مضمون کو نہ تو سارا نقل کیا اور نہ ہی ہر مطلوبہ بات کا جواب دیا اس لیے علی زئی کا مزعومہ دفاع خود اُن کے اپنے اُصول کے مطابق بھی نا قابلِ سماعت اور مردود ہے۔علی زئی صاحب نے اپنے اُصول کے مطابق نا قابلِ سماعت اور مردود جواب لکھا مگر خوش بھی ہیں کہ جواب ہو گیا اور پھر اپنے غیر مقلدین کو بزعمِ خود یوں مطمئن کرتے ہیں: اسی ایک حوالے سے آپ رب نواز کی اعتراضات وتحریرات کا ''علمی مقام'' اور حیثیت بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔'' سبحان اللہ....!!

۴۷۸

عرض ہے کہ رب نواز نے علی زئی کے متعلق جو کچھ لکھا وہ ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' کے نام سے سب کے سامنے ہے۔علی زئی صاحب سمیت تمام آلِ غیر مقلدیت اس کے جواب سے عاجز ہیں اور آئندہ بھی عاجز رہیں گے۔اِن شاءاللہ۔

دنیائے غیر مقلدیت کے کسی سپوت میں کوئی دم خم ہے تو وہ علی زئی اُصول کے مطابق ہماری پوری کتاب ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' کو نقل کر کے ہر مطلوبہ بات کا جواب دے۔یاد رہے کہ ایسا جواب ہرگز نہ لکھا جائے جو علی زئی اُصول کی رُو سے نا قابلِ سماعت اور مردود شمار ہو۔

۴۷۹

''دیوبند کے پاس آخر ہے کیا؟'' اِس سوال کا جواب بندہ کی کتاب ''غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کو خراجِ تحسین'' ہے۔اس کتاب میں غیر مقلدین کی اعترافی عبارات نقل کی گئی ہیں کہ علمائے دیوبند صحیح العقیدہ، متبع سنت، علم وعمل کا مجسمہ، تقوی وللہیت کے حامل، دینِ حق کے محافظ، حدیث وسنت کے خادم، صدق ووفا کے پیکر اور اسلام کے مبلغ ومجاہد وغیرہ ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ ''علی زئی کے پاس آخر ہے کیا؟'' یہ آپ حاشیہ: ۴۸۰ میں کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

۴۸۰

علمائے دیوبند پر جھوٹ، افتراء اور مغالطہ کی تہمت کا جواب ہم اپنے ایک سابقہ حاشیہ میں دے چکے ہیں بلکہ وہاں غیر مقلدین کے جھوٹا، مفتری اور مغالطہ باز ہونے پر اُن کی اپنی گواہیاں بھی نقل کر دی ہیں۔

علی زئی کے جھوٹے، مفتری اور مغالطہ باز ہونے پر سنابلی کی گواہیاں:

خود علی زئی صاحب اس میدان میں دوسرے غیر مقلدین سے پیچھے نہیں رہے جیسا کہ اس کی گواہی

اُن کے ہم مسلک کفایت اللہ سنابلی نے دی ہے کہ علی زئی صاحب جھوٹ، افتراء اور مغالطہ دہی وغیرہ افعالِ قبیحہ کی دلدل میں لت پت رہتے ہیں۔

سنابلی صاحب کی گواہیاں پڑھتے جایئے، وہ لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے تو آپ کی اس پُر تدلیس مکاری کا پردہ چاک کر دیا جائے۔''

[حدیث یزید محدثین کی نظر میں: ۱۳۱]

''اعلیٰ حضرت کی بہتان تراشی جاری ہے۔ بلکہ اس بار تو انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ اسے چوری کا نام دیا گیا۔ اگر ایسے ہی چوری کا الزام لگایا جاتا ہے تو آیئے ہم زبیر علی زئی صاحب کو ہی چور ثابت کر دیتے ہیں۔'' [حدیث یزید محدثین کی نظر میں: ۱۴۶]

''یہاں بڑی ڈھٹائی سے اسے جھوٹ کہہ دیا جو بذاتِ خود جھوٹ و دجل بیانی ہے۔''

[حدیث یزید محدثین کی نظر میں: ۱۶۷]

''اپنا گریبان اپنے حوالوں پر چاک کیجئے جن میں اہلِ علم کی طرف شاذ اور متروک اُصولوں کو منسوب کرنے میں تدلیس و تلبیس اور دجل و فریب کی ساری حدیں پار کر دیں ہیں۔ مثال کے طور پر آں جناب نے چالیس (۴۰) کبار و صغار اہلِ علم پر نمبر ز قائم کر کے ان کی طرف اپنے موقف کو منسوب کیا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ موقف چالیس تو دُور کی بات ان میں سے کسی چار سے بھی مشکل ہی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ پھر بقیہ حوالوں کو موصوف ہی کے اُصول کی روشنی میں ان کے ''مجموعۂ اکاذیب'' میں شمار کرنے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔'' [حدیث یزید محدثین کی نظر میں: ۱۵۲]

''آپ کے اکاذیب کو شمار کرنے کے لیے دفاتر درکار ہوں گے۔'' [حدیث یزید: ۱۵۹]

''خود جھوٹ بول کر الزام دوسروں پر ڈال دینے سے آپ کا جھوٹ سچ میں تبدیل نہیں ہو جائے گا۔'' [حدیث یزید محدثین کی نظر میں: ۱۶۰]

''آپ سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تو تحریر کی ابتداء سے پانچ صفحات لے کر کذب بیانی اور بہتان تراشی کر ڈالی اور باقی تحریر کو سانپ اور بچھو سے تشبیہ دے کر جان چھڑالی۔'' [حدیث یزید: ۱۸۲]

''آگے پھر ''چور مچائے شور'' والی مکاری دیکھئے!'' [حدیث یزید محدثین کی نظر میں: ۱۸۲]

''کذب و افتراء اور دجل و خیانت کی تمام تر خصلتوں کا ارتکاب کر کے موصوف نے یہ تحریر مرتب کی اور آخر میں یہ روایت [مومن خائن اور جھوٹا نہیں ہو سکتا (ناقل)] اس لیے درج کر دی تا کہ اپنے اکاذیب اور اپنی خیانتوں پر پردہ ڈال سکیں۔'' [حدیث یزید محدثین کی نظر میں: ۱۸۲]

''سب سے پہلے تو آں جناب کی دوغلی پالیسی دیکھئے کہ ابن طاہر رحمہ اللہ نے ''کـانه'' کے ذریعہ

ایک بات کہی تھی جو صحیح بنیاد پر مبنی تھی لیکن زبیر علی زئی صاحب نے ''کانہ'' کی وجہ سے اس بات کو یکسر کر دیا۔ لیکن یہاں یزید کے خلاف قرطبی رحمہ اللہ نے ''کانہ'' کے ذریعہ بے دلیل ایک بات کہہ دی تو آں جناب نہ صرف یہ کہ اس بات کو قرطبی رحمہ اللہ کا موقف مان کر قرطبی کی طرف منسوب کر رہے ہیں بلکہ اس پر آمنا و صدقنا بھی کہہ رہے ہیں۔ سبحان اللہ۔'' [حدیث یزید محدثین کی نظر میں: ۱۸۷]

۴۸۱

غیر مقلدین میں وحید الزمان کی مقبولیت

وحید الزمان صاحب غیر مقلدین کے ہاں متروک نہیں، مقبول ہیں۔ حوالے ملاحظہ ہوں۔

آلِ غیر مقلدیت کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے لکھا:

''لقد اجزت لجمیع مرویاتی من کتب الحدیث اعنی الصحاح الستہ وغیرھا للمولوی الالمعی الذی لہ رأی صائب و ذھن ثاقب وحید الزمان بن مسیح الزمان ...''

[چمنستانِ حدیث: ۱۴۴]

عبد الرشید عراقی صاحب غیر مقلد نے اس عبارت کو اردو میں یوں ڈھالا:

''میں اپنی تمام مرویات حدیثیہ کی یعنی صحاح ستہ وغیرہ کی روایت کی اجازت مولوی وحید الزمان کو دیتا ہوں جو بڑے زیرک، نہایت روشن دماغ اور صائب الرائے آدمی ہیں۔'' [چالیس علمائے اہلِ حدیث: ۱۰۲]

محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''نواب وحید الزمان خاں جلیل القدر عالم اور رفیع المنزلت مترجم تھے۔ کتبِ حدیث کا اردو ترجمہ ان کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔'' [چمنستانِ حدیث: ۱۴۶]

علی زئی کے استاد بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے لکھا:

''نواب عالی جناب، عالم باعمل، فقیہ وقت، محبّ السنہ وحید الزمان بن مسیح الزمان۔''

[ھدایۃ المستفید: ۱/۱۰۳ بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث: ۱۳۵]

علی زئی کے ایک اور استاد محبّ اللہ شاہ راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مشہور محدث علامہ وحید الزمان جنہوں نے صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہما کتب حدیث کے تراجم کیے ہیں، وہ کتاب ''نزل الابرار من فقہ النبی المختار'' میں جلد اصفحہ ۷۹ پر تحریر فرماتے ہیں:...میں نے اپنے اہلِ حدیث شافعی اور حنبلی اساتذہ کو دیکھا کہ وہ سب کے سب اس قیام میں ہاتھوں کو چھوڑتے تھے ان میں سے ایک کو بھی میں نے اس قیام میں ہاتھ باندھتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' [مقالاتِ راشدیہ: ۱/۸۶]

داؤدراز صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل ہیں۔''

[شرح بخاری اردو:۱۶۵/۵ طبع دار العلم ممبئی]

یاد رہے کہ راز صاحب کی اس شرح پر مقدمہ علی زئی صاحب کا لکھا ہوا ہے۔

امام خان نوشہروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''جماعتِ اہلِ حدیث نے قرآن مجید کے متعدد ترجمے اردو میں کئے۔نواب وحید الزمان حیدر آبادی مرحوم کا ترجمۂ قرآن بنام موضحۃ القرآن...'' [اہلِ حدیث کی علمی خدمات:۲۲]

نوشہروی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ہمارے علماء نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُردو داں طبقہ تک عام کرنے کے لیے حدیث کی کتابوں کے ترجمے بھی کیے تقریباً تمام صحاح ستہ کا ترجمہ نواب وحید الزمان حیدر آبادی ...نے کیا۔'' [اہلِ حدیث کی علمی خدمات:۲۹]

عبدالغنی الشوبیانی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا وحید الزمان صاحب محدث حیدر آبادی شارح صحاح سبعہ'' [فتاویٰ اہلِ حدیث:۲۴/۲]

محمد علی جانباز صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا وحید الزمان حیدر آبادی کی خدماتِ حدیث نا قابلِ فراموش ہیں۔آپ نے صحاح ستہ بشمول مؤطا امام مالک کے اردو تراجم کئے اور اس کے ساتھ ''وحید اللغات'' کے نام سے حدیث کی لغت ۲۸/ جلدوں میں مرتب فرمائی اور ان کا سب سے بڑا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ علامہ علی متقی جون پوری کی ''کنز العمال'' کی تصحیح کی جس کو دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن نے شائع کیا۔''

[مقدمہ چالیس علمائے اہلِ حدیث:۲۱ عبدالرشید عراقی]

عبدالرشید عراقی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا وحید الزمان ایک بلند پایہ عالم دین، مفسر قرآن، محدث، فقیہ، مورخ، متکلم، معلم، مترجم، نقاد، دانشور، مبصر، مصنف اور عربی، فارسی اور اردو کے بلند مرتبہ ادیب تھے۔''

[چالیس علمائے اہلِ حدیث:۱۰۳]

عراقی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''مولانا وحید الزمان ایک کامیاب مصنف تھے۔ان کا طرزِ تحریر بہت عمدہ تھا۔عربی سے اردو میں

ترجمہ کرنے کی ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین اسلام کی خدمت کا کام لیا۔ حدیثِ نبوی سے بہت زیادہ شغف تھا۔'' [چالیس علمائے اہلِ حدیث:۱۰۶]

عراقی صاحب کی مزید عبارتیں پڑھیں:

''علمائے اہل حدیث نے جو تفسیری خدمات انجام دیں۔ ان کا ایک سرسری خاکہ پیش خدمت ہے... مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) نے قرآن مجید کی تفسیر موضحۃ الفرقان کے نام سے لکھی۔ یہ تفسیر سلف صالحین کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ بڑی جامع اور مفید اور عام فہم تفسیر ہے۔''

[علمائے اہلِ حدیث کے علمی کارنامے:۶۲،۶۳]

''بعض علمائے اہلِ حدیث نے قرآن مجید کی متفرق سورتوں کی تفسیر لکھی ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے... مولانا وحید الزمان حیدر آبادی'' [علمائے اہلِ حدیث کے علمی کارنامے:۶۵،۶۶]

عراقی صاحب نے ''فن حدیث پر علمائے اہلِ حدیث کی کتابیں'' عنوان قائم کر کے اس کے تحت وحید الزمان صاحب کی تیسیر الباری وغیرہ کئی کتابوں کو ذکر کیا ہے دیکھئے۔

[علمائے اہلِ حدیث کے علمی کارنامے:۷۳،۷۷]

داؤد ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

''علامہ وحید الزمان علمِ حدیث میں تبحر رکھتے تھے۔'' [حدیث اور اہلِ تقلید:۱/۱۴۷]

قاضی محمد اسلم سیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا وحید الزمان حیدر آبادی جو علمی اور مایہ ناز ہستی تھے ... بڑے فاضل اور حدیث پر عبور و استحضار رکھنے والی شخصیت تھے۔'' [تحریک اہلِ حدیث تاریخ کے آئینے میں:۴۶۸]

سیف صاحب آگے وحید الزمان کے تراجم صحاح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ وہ علمی کارنامہ ہے جس کی دنیا بھر میں کوئی مثال نہیں۔'' [تحریک اہلِ حدیث تاریخ کے:۴۶۹]

سیف صاحب ہی لکھتے ہیں:

''مولانا وحید الزمان جید عالم، عظیم محدث، ممتاز فاضل، ماہر حدیث اور عربی سے اردو زبان میں ترجمہ کرنے کے سلسلے میں لاثانی شخصیت تھے۔ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں یہ علم وفضل کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ بحمد اللہ یہ کریڈیٹ بھی اہلِ حدیث کے کھاتے میں جاتا ہے جو پورے برصغیر میں اردو داں طبقے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے متعارف کروانے میں ادا کیا۔'' [ایضاً:۴۷۰]

زبیر علی زئی صاحب اس کریڈیٹ کا یہی صلہ دے رہے ہیں کہ انہیں نہ صرف متروک قرار دیا بلکہ

اہلِ حدیث کی فہرست سے بھی خارج کر دیا۔[علمی مقالات: ۴۵۳/۳، ۴۶۸]

علی زئی صاحب نے وحید الزمان کے متروک ہونے پر کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اگر وہ متروک بھی ہیں تو غیر مقلدین کو مبارک ہوں۔ وحید الزمان صاحب وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ اور وہ کس وحدۃ الوجود کے قائل ہیں؟ ذرا اُن کے الفاظ پہ غور کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

''وجود سب ممکنات کا عین خدا ہے۔'' [رفع العجاجة: ۵۰۷/۱]

جب کہ علی زئی صاحب وحدۃ الوجود کو کفریہ عقیدہ کہتے ہیں اس لیے انہیں چاہیے تھا کہ وہ وحید الزمان پر کفر کا فتویٰ لگاتے خواہ وہ متروک وغیرہ کچھ بھی ہوں۔

علی زئی صاحب! انہیں متروک کہنے سے نہ تو ان کے غیر مقلد ہونے کی نفی ہوتی ہے اور نہ ان کے وحدۃ الوجودی ہونے سے انکار لازم آتا ہے۔ علی زئی صاحب کے ہم خیال وحید الزمان صاحب کو متروک وغیرہ جو کچھ مرضی کہتے رہیں مگر اُن پر وارد اعتراضات کے جواب ضرور دیں۔

تنبیہ: وحید الزمان کی غیر مقلدیت پر حوالہ جات کے لیے ہماری اسی کتاب کا حاشیہ ۹۸، ۱۰۵ دیکھئے۔

۴۸۲

ضال کا معنی گمراہ، مضل کا معنی گمراہ کرنے والا اور منکر حدیث کا معنی حدیث کا انکاری۔ علی زئی صاحب نے عنایت اللہ اثری کو ضال، مضل اور منکر حدیث قرار دیا ہے۔ اگر کوئی ان کی اس عبارت کے آگے ''بے شک'' لکھ دے تو کیسا رہے گا؟

اثری صاحب کو ضال، مضل اور منکر حدیث کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ غیر مقلد نہیں ہیں۔ ثناء اللہ امرتسری کو غیر مقلدین کی طرف سے ضال، مضل، منکر حدیث، خاتم الملحدین اور دائرہ اسلام سے خارج بلکہ اکفر الکافرین کہا گیا ہے۔ دیکھئے رسائل اہلِ حدیث جلد اول وغیرہ، اسی طرح عبد اللہ روپڑی کو اُن کے غیر مقلدین نے کافر و مشرک کہا ہے دیکھئے مظالم روپڑی کتاب۔

مگر ان سب فتووں کے باوجود موجودہ دَور کے سب غیر مقلدین ان دونوں: امرتسری اور روپڑی کو اپنا غیر مقلدین ہی سمجھتے اور باور کراتے ہیں۔ لہٰذا اگر علی زئی نے عنایت اللہ اثری کو ضال، مضل اور منکر حدیث کہہ دیا ہے تو یہ اُن کے غیر مقلد ہونے کے منافی نہیں ہوسکتا۔ یاد رہے کہ ضلال، اضلال اور انکارِ حدیث صرف عنایت اللہ اثری کا وصف نہیں بلکہ غیر مقلدین کی گواہیوں کے مطابق اُن لوگوں کا بھی شیوہ رہا جنہیں موجودہ آلِ غیر مقلدیت اکابر اہل حدیث شمار کرتے ہیں۔ دیکھئے رسائل اہلِ حدیث وغیرہ۔ (جاری ہے۔)

☆☆☆☆

انجم نیازی

سیّدہ خولہ بنت ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نقاب اوڑھے ہوئے میدان میں اک سرفروش آئی
خود اپنی ہی صفوں کو چیرتی اک برقع پوش آئی
بہت پیچھے سے آئی اور آگے بڑھ گئی سب سے
خدا جانے وہ لڑنے کے لیے تیار تھی کب سے
کسی کے حکم کا بھی تو کیا کب انتظار اُس نے
اڑایا ہر طرف گھوڑے کی ٹاپوں سے غبار اُس نے
کسے معلوم بجلی تھی وہ شعلہ تھی کہ چنگاری
اکیلی ایک عورت تھی مگر لاکھوں پہ تھی بھاری
کسی سے بھی نہ روکا جاسکا پُرجوش وار اس کا
کیا دشمن کی فوجوں نے تعاقب بار بار اس کا
سپہ سالار خالدؓ کو بھی حیراں کر دیا اس نے
یکایک کتنی ہی لاشوں سے میداں بھر دیا اس نے
معمہ تو نہ تھی لیکن معمہ بن گئی یکسر
ابھی تاریخ حیرت میں ہے گُم اس کی شجاعت پر
لڑائی تھم گئی تو فوج کے سردار نے پوچھا
مجاہد سے مجاہد کے سپہ سالار نے پوچھا
بہت ہی تم بہادر ہو مگر انجان لگتے ہو
بہ ہر پہلو بہ ہر صورت بڑے انسان لگتے ہو
مری اس فوج سے اپنا تعارف تو کرا دیجے
اب اپنے ہاتھ سے خود ہی نقاب اپنا اٹھا دیجے
رہی خاموش پہلے پھر وہ شرماتے ہوئے بولی
بہت باریک سی آواز میں اُس نے زباں کھولی
چھڑانے کے لیے آئی ہوں مَیں ضرّار بھائی کو
مسلمانوں کے اک بے باک غازی اور سپاہی کو

مجلہ صفدر کے دستیاب خاص نمبرات اور اہم مضامین

حقیقت میلاد نمبر.....میلاد کے بارے میں اکابر اہل سنت کی تحریرات کا مفید مجموعہ.....ش:۸۲..... قیمت:50

گوشۂ خاص.....بیاد: شیر اسلام حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ.....ش:۱۲/۱۳..... قیمت:30

گوشہ خاص.....مشاجرات صحابہ اور اہل سنت کا مسلک اعتدال.....مولانا مجیب الرحمٰن.....شمارہ:۸۶، قیمت:25

گوشہ خاص.....''صفاتِ متشابہات اور سلفی عقائد'' چند اعتراضات کا جائزہ.....مولانا مفتی عبد الواحد.....ش:۹۰

مولانا زاہد الراشدی اور عمار خان ناصر کے نام مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہم کا مکتوب گرامی.....ش:۴۴.....35

مولانا راشدی کی الشریعہ اور عمار خان سے براءت: حقیقت کیا ہے؟.....ش:۶۰/۶۱/۶۲..... قیمت:75

غامدی کا جوابی بیانیہ، از: شکیل عثمانی.....ش:۶۴..... قیمت:25

آئین محمدی اور قانون غامدی.....مولانا عبد الحق خان بشیر.....شمارہ:۸۵..... قیمت:25

جاوید احمد غامدی: شخصیت وافکار کا تعارف.....صہیب احمد.....ش:۷۷..... قیمت:25

حدیث کلاب حوأب اور قاضی طاہر ہاشمی کی تحقیق پر نظر، از: مولانا مجیب الرحمٰن.....ش:۶۵ تا ۷۵..... قیمت:150

مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ اور مولانا نثار احمد حسینی.....از: حمزہ احسانی.....ش:۳۷..... قیمت:25

اَفکارِ علوی مالکی: حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی رائے اور مولانا نثار حسینی کی ناانصافی.....ش:۳۷

رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کا تحقیقی جائزہ، مولانا نثار کی ناانصافیوں اور مغالطہ آمیزیوں کی وضاحت.....ش:۳۷

عریضہ بخدمت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، بابت عقیدہ امامت اور مولانا عبد المجید لدھیانویؒ.....ش:۸۳..... قیمت:۲۵

عقیدہ امامت اکابر اہل سنت کی نظر میں (پچیس سے زائد اکابر اہل سنت کے حوالہ جات).....ش:۸۳

حافظ محمد عدیل عمران کے.....صفدر میں شائع ہونے والے مضامین کی فہرست

۱.....قادیانیوں کا معاشرتی بائیکاٹ کیوں؟.....۵/صفحات:.....شمارہ:۴۱.....جولائی ۲۰۱۴ء

۲.....صحابہ کرام کو کافر کہنے والے کا حکم.....۶/صفحات:.....شمارہ:۴۳.....ستمبر ۲۰۱۴ء

۳.....عمار خان: گستاخ رسول کے دفاع میں!.....۷/صفحات:.....شمارہ:۵۲.....جون ۲۰۱۵ء

۴.....اہل قبلہ کی تکفیر کیوں؟.....۸/صفحات:.....شمارہ:۵۴.....اگست ۲۰۱۵ء

۵.....غامدی سے متعلق ایک استفتاء.....۳۴/صفحات.....شمارہ:۵۴.....اگست ۲۰۱۵ء

۶.....نیک لوگوں کی دعا اور کمزور لوگوں کا عقیدہ.....۳/صفحات:.....شمارہ:۷۷.....مارچ ۲۰۱۷ء

۷.....مسلم حکومتوں کے زوال میں روافض کا کردار.....۸/صفحات:.....شمارہ:۹۱.....ستمبر ۲۰۱۸ء

۸.....مسئلہ ختم نبوت اور شیعہ، لولاک کی خدمت میں.....۱۵/صفحات:.....شمارہ:۹۳.....نومبر ۲۰۱۸ء

رابطہ: مولانا احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

0334-4612774__0307-5687800